یُوں تو دُنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دُنیا کی حقیقت کھل گئی

رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی نظر میں

دُنیا کی حقیقت

دل کو نرم کرنے والی حدیثوں کا مجموعہ مع ترجمہ و تشریح

تالیف:
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر
کتب خانہ مظہری
بلاک ۲، گلشن اقبال، کراچی۔ فون: ۴۹۹۲۱۷۶

نام کتاب : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

نام مؤلف : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تخریج : حضرت مولانا عبد الرشید صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس۔ کراچی

مطبع : احمد پرنٹرز

خطاطی : محمد علی زاہد

ناشر:

کتب خانہ مظہری

بلاک ۲، گلشن اقبال، کراچی۔ فون: ۴۹۹۲۱۷۶

فیضِ صحبتِ ابرار ہے یہ دردِ محبت
یہ اہمیتِ نصیحت و تقویٰ کی اشاعت

محبت یہ تمہارا صدقہ ہے تم سے ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

احقر

کی جملہ تصانیف و تالیف درحقیقت
مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرتِ اقدس
شاہ ابرار الحق صاحب دامت رحمۃ اللہ علیہ
اور
حضرتِ اقدس مولانا
شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ
اور
حضرتِ اقدس مولانا
شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

بشارتِ عُظمیٰ

آج سے تقریباً ۳۵ سال پہلے مُرشدی و مولائی عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلالھم علینا کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم (جو اُس وقت طالبِ علم تھے) نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی اطلاع حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کو بذریعہ خط کی تھی۔ وہ خط اور حضرت رحمۃُ اللہ علیہ کا جواب برکت کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

"عارف باللہ مرشدنا حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے خط کا اقتباس"

خواب: غلام زادہ عزیزم محمد مظہر میاں سلمہ نے آخرِ شب میں خود کو اور اس ناکارہ کو اور عشرت جمیل سلمہ کو اور ایک مُلازم دواخانہ محمد آزاد سلمہ کو جو اس ناکارہ سے بیعت بھی ہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم چاروں اشخاص کو ایک پہاڑی کی طرف لے گئے اور وہ مٹی کی ہے۔ وہاں ہم چاروں اُمتی کو حکم فرمایا کہ اس کو کھودو۔ کھودنے پر شیشہ کے بڑے بڑے مرتبان ظاہر ہوئے اور ان میں ہرن وغیرہ کی کھالوں پر لکھے ہوئے احادیث کے مسودات تھے۔ پھر اس ناکارہ نے عشرت جمیل کو حکم دیا کہ ان احادیث کو لکھ لو۔ انھوں نے عربی میں لکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناکارہ سے ارشاد فرمایا کہ ان سے (اشار الیہ) (عشرت جمیل سے) لکھایا کرو۔ اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

"محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب"

مکرمی حکیم صاحب ــــ السّلامُ علیکم ورحمۃُ اللہ وبرکاتہ

عزیزم مظہر سلّمہ کا خواب بہت مُبارک ہے رائی اور مرئی حضرات کے لئے۔ سب کے لئے بشارت ہے خدمت دین کی۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق باحسن وجوہ عطا فرمائیں۔ والسّلام ــــ ابرارالحق

۱۴ ؍ رجب ۱۳۸۹ھ

اِس خواب کی تعبیر یوں ظاہر ہوئی کہ کئی سال بعد حضرت والا نے پیشِ نظر کتاب "رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نظر میں دُنیا کی حقیقت" تحریر فرمائی جو مشکوٰۃ کتاب الرقاق کی منتخب احادیث اور ان کا ترجمہ و تشریح ہے حضرت والا کے تحریر کردہ مسودہ کو احقر دوسرے کاغذ پر نقل کر کے کاتب کو دے دیتا تھا اور اُنگلی کاٹ کر شہیدوں میں نام لکھوانے کا مصداق بننے کی کوشش کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرما کر احقر کی مغفرت کا بہانہ بنادیں اور حضرت مرشدی مدظلہم العالی کی بلندی درجات اور صدقۂ جاریہ کا ذریعہ بنادیں آمین یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْم۔ یہ کتاب اہلِ علم میں بہت مقبول ہے اور تیس بتیس سال سے شائع ہو رہی ہے۔

راقم الحروف

احقر سیّد عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

۲۸۔ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

طباعتِ جدیدہ کے متعلق

چند معروضات

مُرشدی و مولائی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم **محمد اختر صاحب ادام اللہ ظلالھم علینا** کی تالیف "رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نظر میں دُنیا کی حقیقت" تقریباً ۳۵ سال میں نہ معلوم کتنی بار شائع ہو چکی ہے لیکن چند برس پہلے جب حضرت والا کا مجمُوعۂ کلام فیضانِ محبّت شائع ہوا جس کی کتابت و طباعت وغیرہ انتہائی دیدہ زیب ہے اس کو دیکھتے ہی حضرت مُرشدی دامت برکاتہم نے فرمایا کہ "رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دُنیا کی حقیقت" اس سے کہیں زیادہ شاندار طبع ہونی چاہیئے کیونکہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام مُبارک کے سامنے میرے کلام کی کیا حیثیت ہے۔ غُلام کا کلام تو شاندار طبع ہو اور آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام کی کتابت و طباعت ویسی نہ ہو یہ میں برداشت نہیں کر سکتا اور حضرت والا نے ازسرِ نو کتابت کے لِئے ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب کو رقم بھی پیش کر دی جو لاہور سے تشریف لاتے ہُوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس کی طباعت کا بھی انتظام فرمایا اور اللہ تعالیٰ ڈاکٹر عبد المقیم صاحب کو جزائے عظیم عطا فرمائے جن کی شب و روز محنت اور طباعت کو خوب سے خوب تر کرنے کی دُھن اور کاوش کی بدولت حضرت مُرشدی دامت برکاتہم وعمّت فیوضہم کی مرضی کے مُطابق دُنیا کی حقیقت کی طباعتِ جدیدہ آپ کے سامنے ہے اور الحمدللہ اتنی دیدہ زیب ہے جس کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ اِس طباعتِ جدیدہ میں ہر حدیث پاک کے ساتھ کُتب احادیث کے حوالے نہایت تفصیل سے درج کر دیئے گئے ہیں جو حضرت مولانا عبد الرشید صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرف المدارس کی محنتوں کا ثمرہ ہے اللہ تعالیٰ اِن تمام حضرات کو اور جُملہ معاونین کو جزائے عظیم عطا فرمائے۔

آمین

کتبہٗ

احقر سیّد عشرت جمیل مِیرؔ عفا اللہ عنہ
خادم حضرت والا دامت برکاتہم

۹ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
مطابق ۲۲ دسمبر ۲۰۰۴ء

فہرست

مقدمہ

عبد ضعیف محمد اختر عفا اللہ عنہ عرض کرتا ہے کہ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہ العالی استاد حدیث دارالعلوم کراچی نے تالیف معارف مثنوی سے احقر کو فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ اب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تالیف کا سلسلہ شروع کرو۔ احقر مولانا موصوف کے اس کرم کا ممنون ہے کہ ان کے ارشاد کے بعد ہی قلب میں توفیق باری تعالیٰ سے داعیۂ تالیف عطا ہوا اور مولانا موصوف مدظلہ کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ دُنیا کی محبت ہی آخرت سے غفلت کا اور تمام معاصی کا اصل سبب ہے اس لیے مشکوٰۃ شریف سے کتاب الرقاق کے انتخاب پر مشتمل مجموعہ سے آغاز مناسب رہے گا۔ احادیث شریفہ کی تشریحات میں زیادہ تر مظاہر حق سے جو نہایت مستند شرح مشکوٰۃ شریف ہے کام لیا گیا ہے حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کتاب کو قبول و نافع فرمادیں اور احقر کے لیے اور مولانا موصوف اور دیگر معاونین و ناشرین کے لیے صدقہ جاریہ فرمائیں۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

العارض محمد اختر عفا اللہ عنہٗ

۴۔جی، ۱۲/۱ ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸
پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یوں تو دنیا دیکھنے میں کس قدر خوش رنگ تھی
قبر میں جاتے ہی دنیا کی حقیقت کھل گئی
(اختر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

کتاب الرّقاق

دل کو نرم کرنے والی حدیثیں

فصلِ اوّل

ا ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْہِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ۔ [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ہیں جن کے معاملہ میں بہت سے لوگ (ان کی قدر کما حقّہٗ نہ کرنے کے سبب) خسارہ اور نقصان میں ہیں ایک صحت دوسری فراغ۔

تشریح: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ موطا امام مالک

---

[1] بخاری صہ ۹۴۸ ج ۲ ، بابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ علیہ وَسلّم لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ ۔ ترمذی ، اَبْوَابُ الزُّھْدِ صہ ۵۶ ، ج ۲ ، شرح السنّۃ صہ ۲۷۶ ، ج ۲ رقم (۳۹۱۵)

میں لکھا ہے کہ علمائے نے اس حدیث کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ انسان عبادت میں اسی وقت مشغول ہو سکتا ہے کہ جب وہ صحت مند ہو اور بقدرِ ضرورت رزقِ حلال ہو کیوں کہ کبھی آدمی صحت مند ہوتا ہے مگر کسبِ معاش سے فرصت نہیں پاتا اور کبھی کسبِ معاش سے مستغنی ہوتا ہے لیکن صحت ٹھیک نہیں ہوتی اور جس کو یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوں اور پھر بھی کاہلی کے سبب عبادت میں مشغول نہ ہو تو یہ بڑے ہی خسارے اور نقصان میں ہے (مرقات صہ ۵، ج ۹)

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

ترجمہ: حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیس برس مجاہدات کے بعد یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ ایک سانس حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت سے افضل ہے۔

مظاہر حق میں ہے کہ علمائے نے لکھا ہے اَلنِّعْمَةُ اِذَا فُقِدَتْ عُرِفَتْ[1] کوئی نعمت جب ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے اسی طرح صحت اور فراغ کی نعمت کو بہت سے لوگ مفت کھو دیتے ہیں اور اس کی قدر اُن کو اس وقت معلوم ہوتی ہے جب بیمار ہوتے ہیں یا کسی تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں اور حق تعالےٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندامت نفع نہ دے گی۔ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ[2]

[1] مظاہر حق صہ ۶۶۸ ج ۴ [2] سورۃ التغابن پارہ ۲۸، آیت ۹

ترجمہ: یہی دن ہے ہار جیت کا یا سود و زیاں کا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت کو جنت میں کسی بات کی حسرت نہ ہوگی مگر حق تعالے سے غفلت کے لمحات اور اوقات پر وہاں بھی حسرت ہوگی۔[1]

۲ر عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَاللّٰہِ مَا الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مِثْلُ مَا یَجْعَلُ اَحَدُکُمْ اِصْبَعَہٗ فِی الْیَمِّ فَلْیَنْظُرْ بِمَ یَرْجِعُ[2] (رَوَاہُ مُسْلِم)

ترجمہ: حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سُنا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے خُدا کی قسم دُنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص دریا میں اُنگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ اُنگلی کیا چیز لے کر واپس ہوتی۔ (یعنی پانی کا کتنا حصہ اُنگلی میں لگا)

تشریح: یہ مثال محض سمجھانے کے لیے ہے کہ دُنیا آخرت کے مقابلے میں کس قدر بے وقعت ہے ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دُنیا کی اتنی بھی وقعت اور قیمت اور نسبت آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے جتنا کہ اُنگلی کو دریا میں ڈال کر نکالنے کے بعد پانی کی تری کو دریا سے ہے۔ پس اس مثال

---

[1] مرقات صہ۵ ج۹، [2] مسلم: بَابُ فَنَاءِ الدُّنْیَا وَبَیَانِ الْحَشْرِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صہ۳۸۴ ج۲، شرح السنّۃ صہ۲۷۸، ج۴، رقم (۳۹۱۸) ابنِ مَاجۃ بَابُ مَثَلِ الدُّنْیَا صہ۳۰۲

کا مقصود تفہیم کو آسان کرنا ہے۔ ورنہ دنیا متناہی محدود کو آخرت غیر متناہی غیر محدود سے کیا نسبت پس دنیا کی نعمت پر نہ مغرور ہو اور نہ یہاں کی تکلیف کا شکوہ کرے اور کہے جیسا کہ فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلّم نے کہ اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ[۱] یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا ایک دفعہ یوم الاحزاب میں اور دوسری[۲] دفعہ حجۃ الوداع پر جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی عیش مگر آخرت کا عیش

۳ ـ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَدْیٍ اَسَکَّ مَیِّتٍ قَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنَّ ھٰذَا لَہٗ بِدِرْھَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّہٗ لَنَا بِشَیْءٍ قَالَ فَوَاللّٰہِ لَلدُّنْیَا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِنْ ھٰذَا عَلَیْکُمْ - (رَوَاہُ مُسْلِمٌ) بکتاب الزّھد صـ۴۰۷ ج ۲

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم ایک بکری کے بچے کے پاس سے گذرے جس کے کان چھوٹے یا کٹے ہوئے تھے اور مرا ہوا تھا، ارشاد فرمایا تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اس کو ایک درہم کے عوض میں لے لے، صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں نہیں لینا چاہتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے خداوند تعالٰے کی یہ دُنیا اللہ تعالٰے کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل

---

[۱] بخاری: بَابُ غَزْوَۃِ الْخَنْدَقِ وَھِیَ الْاَحْزَابُ صـ ۵۸۸، ج ۲، مُسلم: بَابُ غَزْوَۃِ الْاَحْزَابِ وَھِیَ الْخَنْدَقُ صـ ۱۱۳، ج ۲ [۲] مرقات صـ ۷، ج ۹

ہے جتنا کہ تمہاری نظر میں یہ بچہ بکری کا ذلیل ہے۔

تشریح: مقصود اس حدیث سے بے رغبت کرنا ہے دُنیا سے اور راغب کرنا ہے آخرت کی طرف کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے اور ترک محبتِ دنیا کا ہر عبادت کا سر ہے۔ دُنیا کا عاشق اگر دینی کام میں بھی مشغول ہوتا ہے تو اس کی غرض فاسد ہوتی ہے اور دُنیا سے بے رغبت اگر دُنیا کے کام میں بھی لگتا ہے تو اس کی غرض آخرت ہوتی ہے[1] بعض عارفین نے کہا ہے کہ جس نے دوست رکھا دُنیا کو اس کو کوئی مُرشد ہدایت نہیں دے سکتا اور جس نے ترک کیا دُنیا کی محبت کو اس کو کوئی مُفسد اور گمراہ کرنے والا گمراہ نہیں کر سکتا[2] (مظاہر حق)

۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ[3]

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) بکتاب الزہد صہ ۴۰۷ ج ۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے کہ دُنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے

---

[1] قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِيْنَ مِنْ اَرْبَابِ الْيَقِيْنِ : مَنْ اَحَبَّ الدُّنْيَا لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى هِدَايَتِهٖ جَمِيْعُ الْمُرْشِدِيْنَ ، وَمَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى ضَلَالَتِهٖ جَمِيْعُ الْمُفْسِدِيْنَ ۔ مرقات : صہ ۷، ج ۹

[2] مظاهر حق صہ ۶۷۰، ج ۴ [3] شرح السنة صہ ۳۲۵، ج ۲ رقم (۴۰۰۰)، ابن ماجة بَابُ مَثَلِ الدُّنْيَا صہ ۳۰۳، ترمذی باب مَاجَاءَ اَنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ صہ ۵۸، ج ۲،

اور کافر کے لیے جنت ہے۔

تشریح: مومن اگر مصائب اور بلاؤں میں مبتلا ہے تو اس کے لیے اس کی دُنیا کا جنّت کی نعمتوں کے مقابلے میں قید خانہ ہونا واضح ہے اور اگر مومن دُنیا کی نعمتوں اور عیش میں ہے تو جنت کی اُن نعمتوں کے مقابلے میں جن کو اس کی آنکھوں نے نہ کبھی دیکھا اور نہ کبھی سُنا اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ اور خیال گذرا پھر بھی وہ قید خانہ میں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف[1] میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں "لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ" نہ کسی کی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کے کان نے سُنا نہ کسی انسان کے دِل میں اس کا خیال گذرا۔

اور کافر اگر بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا ہے تب بھی یہ دُنیا اس کی دوزخ کے مصائب کے مقابلے میں جنت ہے اور اگر عیش میں ہے یعنی شہوات نفسانیہ کی تمام لذتوں کو اُڑا رہا ہے تب بھی دوزخ کی تکالیف کے مقابلے میں موت سے قبل یہ دُنیا اس کی جنت ہے۔

نیز یہ کہ مومن دنیا سے آخرت کی طرف خروج کی تمنّا رکھتا ہے اور کافر دُنیا میں خلود یعنی ہمیشہ رہنے کی تمنّا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ دُنیا مومن

---

[1] بُخاری: بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ ص ۴۶۰ ج ۱، مُسلم: کتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا ص ۳۷۸ ج ۲

کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنّت ہے اور مقصود اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ مومن کے نزدیک دُنیا کی نعمتوں کی آخرت کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی اگرچہ بظاہر کثیر اور جلیل القدر ہوں اور اس کی تمام تر فکر آخرت کی زندگی کے لیے وقف ہوتی ہے اور کافر آخرت کی زندگی کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا[1] نہیں ہے مگر صرف دُنیا کی زندگی (لمعات)

۵/ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوٰتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ[2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوزخ ڈھانکی گئی ہے شہوات سے (یعنی دوزخ پر شہوتوں اور لذتوں کے پردے پڑے ہوئے ہیں پس جو شخص شہوتِ نفسانی میں اپنے کو مبتلا کر دیتا ہے وہ دوزخ کا پردہ چاک کرتا ہے یعنی اس میں داخل ہو جاتا ہے) اور جنت ڈھانکی گئی ہے سختیوں اور تکلیفوں سے (پس جو شخص اعمالِ صالحہ پر دوام اور ہمیشگی

---

[1] سورۃ الأنعام: پارہ ۷، آیت ۲۹، سورۃ المؤمنون: پارہ ۱۸، آیت ۳۷،

[2] بخاری: باب حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ ص ۹۶۰، ج ۲، مسلم: کتابُ الْجَنَّةِ ص ۳۷۸، ج ۲

سے صبر کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے وہ جنت کے پردہ کو چاک کرتا ہے یعنی اس میں داخل ہو جاتا ہے) (بخاری و مسلم) اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حفت یعنی دوزخ کو شہوتوں سے اور جنت کو تکلیفوں سے گھیر دیا گیا ہے۔

تشریح : خلاصہ مفہوم حدیث مذکور کا یہ ہے کہ دوزخ تک کوئی شخص نہ پہنچے گا جب تک وہ شہوات کا یعنی گناہوں کا ارتکاب کرے گا اسی طرح کسی شخص کو جنت تک رسائی نہ ہوگی جب تک کہ وہ عبادات کی اور معاصی سے حفاظت کی محنت نہ برداشت کرے گا۔ جو شخص جس حجاب کو چاک کرے گا وہ اس حجاب کے محجوب تک واصل ہو جاوے گا۔ فَمَنْ هَتَكَ الْحِجَابَ وَصَلَ إِلَى الْمَحْجُوْبِ ترجمہ جس نے پردہ پھاڑا وہ پردہ کے پیچھے والی شے سے ملا (خلاصہ مرقات[1]) اس سے معلوم ہوا کہ العلم حجاب اللہ علم پردہ ہے اللہ کا اس کے معنی کیا ہیں یعنی اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لیے علم حاصل کرنا ضروری ہے جب علم تک رسائی ہو گی خدا کی معرفت عطا ہوگی۔ اس حدیث میں شہوت سے مراد خواہشِ حرام ہے جیسے شراب، زنا اور غیبت ہے اور جائز راحت میں حرج نہیں مگر عیش کی زیادہ فکر و کاوش مانع قرب ولایت ہے (مظاہر حق[2])

۶؎ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] مرقات صہ ۱۱ ج ۹ [2] مظاہرِ حق صہ ۶۷۲-۶۷۳ ج ۴

تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةٌ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ۔[1] (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ ہلاک ہو دینار اور درہم اور چادر کا بندہ اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش ہو اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو۔ ایسا شخص ذلیل اور سرنگوں ہو جب اس کے کانٹا چبھے نہ نکالا جاوے مُبارک ہو وہ بندہ جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے اسکے سر کے بال بکھرے ہُوئے ہیں اور قدم غُبار آلود ہیں اگر لشکر کی حفاظت پر مقرر کیا جاوے تو لشکر کی حفاظت کرتا ہے اور لشکر کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو پوری اطاعت کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہتا ہے اگر لوگوں کی محفل میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے تو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں

---

[1] رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: بَابُ الْحِرَاسَةِ فِي الْغَزْوِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، شرح السنة صہ ۱۳۰، ج ۷، رقم (۳۹۵۴)

کی جاتی۔ یعنی گمنام، بے نام و نشان ہونے کے سبب مخلوق ایسے بندے کو بے قدر سمجھتی ہے۔ (بخاری)

تشریح: بندۂ دینار کا مطلب یہ ہے کہ مال کی مذموم دوستی جو آخرت سے غافل کردے اور اگر مال ہو لیکن اس کی محبت میں گرفتار نہ ہو تو مذموم نہیں اور خاص دینار اور درہم جو فرمایا تو اس لیے کہ یہ نقد ہے جس سے نفس کی ہر بُری خواہش کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ خمیصہ اس چادرِ سیاہ کو کہتے ہیں جس پر خطوط (دھاریاں) ہوں اور خاص اس کو اس لیے ذکر فرمایا کہ اس سے رعونت اور تکبر اور ریاء اور سُمعہ پیدا ہوتا ہے بندہ ہونا اس لیے ہے کہ کمال رغبت و محبت سے اس کی جُدائی پر تحمل نہیں رکھتے تو گویا کہ اس کے غلام ہوچکے ہیں۔ (مظاہر حق[1])

۷۔ وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰہِ لَا الْفَقْرَ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَلٰکِنْ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا کَمَا بُسِطَتْ عَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَتَنَافَسُوْھَا کَمَا تَنَافَسُوْھَا وَتُھْلِکَکُمْ کَمَا اَھْلَکَتْھُمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ[2])

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی قسم مَیں تمہارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دُنیا تم پر کشادہ کی جائے جس طرح

---

[1] مرقات ص۱۱، ج ۹ [2] بخاری: بَابُ مَا یُحَذَّرُ مِنْ زَھْرَۃِ الدُّنْیَا ص ۹۵۱، ج ۲، مُسلم: کتَابُ الزُّھْدِ ص ۴۰۷، ج ۲

تم سے پہلے والوں پر کشادہ کی گئی تھی پھر تم دُنیا کی محبت و رغبت میں گرفتار ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے والے گرفتار ہوتے تھے اور یہ دُنیا پھر تم کو ہلاک کر دے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ (بُخاری و مُسلم)

تشریح: اس حدیث میں دُنیا کی کشادگی سے وہ وسعت مُراد ہے جو ضرورت سے زائد ہو اور یہی حالت غفلت اور گمراہی کا سبب ہوتی ہے چونکہ دُنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں مذکور ہے حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ[1] اس لیے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دُنیا کی فراوانی اور زیادتی سے اُمت پر گمراہی کا اندیشہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ نہیں ڈرتا میں اُمت پر فقر و افلاس سے مطلب یہ ہے کہ اس حالت میں اکثر سلامتی رہتی ہے۔ جو مفید ہے امت کو اور فقر سے مُراد اس جگہ یہ ہے کہ تمام ضروریات دین اور دُنیا کی موجود نہ ہوں یعنی کسی قدر تنگی و پریشانی سے گذر ہوتی ہو البتہ زیادہ تنگی جو کفر تک پہنچا دے وہ فقر یہاں مُراد نہیں کیونکہ اس فقر سے پناہ آئی ہے۔

كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا[2] (حدیث) ترجمہ: شدید تنگدستی کبھی ضعیف الایمان کو کفر تک پہنچا دینے کا سبب بن جاتی ہے۔ حق تعالےٰ

---

[1] بیھقی فی شعب الایمان صہ ۳۳۸ ج ۷ رقم (۱۰۵۰۱) [2] شعب الایمان بیھقی صہ ۲۶۷، ج ۵ رقم ۶۶۱۲، الجامع الصغیر صہ ۳۸۷، ج ۲ رقم ۶۱۹۹ فیض القدیر صہ ۲۰۸، ج ۳ رقم (۶۱۹۹) ابونعیم فی الحلیۃ صہ ۱۰۹، ج ۳ الطبرانی فی الاوسط رقم (۴۰۵۶)

ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین (مظاہر حق) صہ ۸۷۶، ج ۴

اور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ (احمد)[1] مالداری اس شخص کو مضر نہیں جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ جو مالدار متقی نہیں ہیں انھیں کو مال نے آخرت سے غافل کر رکھا ہے اور نافرمانیوں میں اپنا مال بے دریغ صرف کر رہے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

۸ ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِیْ رِوَایَةٍ كَفَافًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)[2]

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ تعالےٰ تو محمد کی آل (اہل بیت و ذریات) کو صرف اتنا رزق عطا کر جو اُن کی جان بچائے اور بدن کی قوت کو قائم رکھے اور ایک روایت میں ہے کہ صرف اتنا رزق عطا کر جو اُن کی زندگی باقی رکھنے کے لیے کافی ہو (بخاری و مسلم)

تشریح : چونکہ دُنیا کی حقیقت اور اس کے نقصانات کا حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو صحیح علم عطا ہوا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی

---

[1] مسند احمد صہ ۴۳۵، ج ۵ رقم حدیث (۳۳۲۲۰)

[2] بخاری: بَابُ كَیْفَ كَانَ عَیْشُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَصْحَابِهٖ صہ ۹۵۷، ج ۲، مُسلم: كِتَابُ الزُّهْدِ صہ ۴۰۹، ج ۲

آل اور اہل وعیال کے لیے دُنیا کو خُدا سے بقدرِ ضرورت طلب فرمایا۔ حق تعالےٰ اپنی رحمت سے ہم سب کی نگاہوں میں پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں دُنیا کی ناپائیداری اور بے وقعتی دکھاویں اور توفیقِ عمل بخشیں آمین۔ صاحبِ مظاہرِ حق لکھتے ہیں کہ آلِ رسول سے یہاں مُراد اہلِ بیت یا آپ ﷺ کے طریقے پر چلنے والے اور دوست کامل ہیں اور دوسرے معنی کو ترجیح دی گئی ہے اور کفاف کے معنی یہ ہیں کہ اتنی روزی حاصل ہو جو دوسروں سے سوال کرنے سے بے پروا کردے۔ بعض کے نزدیک کفاف اور قوت کے ایک ہی معنی ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ روزی بقدرِ ضرورت (کفاف) فضل ہے فقر اور غنا سے اور جو مالداری سببِ گمراہی اور اسراف نہ ہو بلکہ نیکی اور عبادت کا سبب ہو تو وہ فضیلت اور طرح کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ دُنیا صرف بقدرِ ضرورت مطلوب ہے اور ضرورت کی تعریف حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے کہ ضروری وہ ہے جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو خواہ دُنیا کا یا آخرت کا۔

۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَآ اٰتَاهُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)[۲]

---

[۱] صہ ۶۷۸، ج ۴ [۲] مُسلم: کتاب الزکاۃِ، بَابُ فَضْلِ التَّعَفُّفِ وَالصَّبْرِ وَالْقَنَاعَةِ صہ ۳۳۷، ج ۱

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس شخص نے فلاح پالی جس نے اسلام قبول کرلیا اور بقدرِ ضرورت رزق دیا گیا اور خدا نے اس کو اس چیز پر جو اس کو دی گئی قناعت بخشی (مسلم شریف)

تشریح : قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی تقسیم پر راضی رہے اگر قناعت نہ ہوگی تو مال کی حرص آخرت کی تیاری کے لیے اس کو فرصت نہ دے گی پس اس حدیثِ پاک سے قناعت کی نعمت کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

کوزۂ چشمِ حریصاں پُر نہ شد

تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حریصوں کی آنکھ کا کوزہ کبھی پُر نہ ہوا اور سیپ جب تک قناعت نہیں اختیار کرتی یعنی اپنے حرص کا جب تک مُنہ بند نہیں کرتی اس میں موتی نہیں بنتا۔

حدیث مذکور میں اسلام کی نعمت کے بعد قناعت کے ذکر سے اُمت کو یہ تعلیم دی گئی کہ قناعت سے وقت فارغ ہوتا ہے جو آخرت کی تیاری میں استعمال ہوکر فلاحِ اُخروی کا سبب بنتا ہے۔

۱۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَّالِهٖ ثَلٰثٌ مَّآ اَکَلَ فَاَفْنٰی اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاقْتَنٰی وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ فَهُوَ

ذَاهِبٌ وَتَارِكُهٗ لِلنَّاسِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے مال کو فخر سے کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا مال اس کے جمع شدہ مال سے صرف تین چیزیں ہیں ایک تو جو اس نے کھالیا اور ختم کر دیا۔ دوسرے وہ جو اس نے پہن لیا اور پرانا کر کے پھاڑ دیا اور تیسرے وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور ذخیرۂ آخرت بنالیا۔ ان تینوں چیزوں کے علاوہ جو مال اس کا ہے وہ دوسروں کے لیے چھوڑنے والا ہے وہ اس کا نہیں ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے دنیا کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ہم جس کو اپنا مال سمجھتے ہیں وہ صرف تین چیزیں ہیں پھر دوسروں کے لیے چھوڑنے کے لیے کیوں آخرت تباہ کریں۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اولاد کی فکر میں اپنی آخرت تباہ نہ کرے اور نہ دل کو مشوش اور فکرمند کرے کیونکہ اولاد اگر نیک ہے تو خُدا خود ان کی مدد کرے گا اور اگر بُری ہے تو اس کی بُرائی میں اپنے کماتے ہوئے مال سے کیوں مدد کریں کہ مَرنے کے بعد بھی گناہ ملے۔

۱۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَۃٌ فَیَرْجِعُ اثْنَانِ وَیَبْقٰی وَاحِدٌ یَتْبَعُہٗ

ل ل کتابُ الزُّھْدِ ص ۴۰۷، ج ۲

اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (بُخَارِی وَمُسْلِمٌ)[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ قبرستان تین چیزیں جاتی ہیں اس کے اہل وعیال اور اس کا مال اور اس کے اعمال، دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں اہل وعیال اور مال اور صرف اعمال اس کے ساتھ باقی رہ جاتے ہیں مال سے مراد غلام، لونڈی اور تکفین وتدفین کے لوازم ہیں۔

تشریح: صاحب مظاہر حق[2] لکھتے ہیں کہ القبر صندوق العمل۔ قبر عمل کا صندوق ہے۔

۱۲۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَيَاْتِی الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّآئِلُ وَكَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ لَا يَاْتِی الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ اَكَلَتْ حَتّٰى امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ

---

[1] بخاری: بَابُ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ ص ۹۶۴، ج ۲، مسلم: کِتَابُ الزُّهْدِ ص ۴۰۷، ج ۲ [2] مظاهر حق ص ۱۶۸، ج ۴

عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَكَلَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَ بِحَقِّهٖ وَضَعَهٗ فِيْ حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)[1]

ترجمہ : حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے مرنے کے بعد تمہارے لیے مَیں جن چیزوں سے ڈرتا ہوں ان میں دُنیا کی تروتازگی اور زینت بھی ہے جو (فتوحات حاصل ہونے کے بعد) تمہارے سامنے آئے گی ایک شخص نے (یہ سُن کر) عرض کیا، کیا بھلائی اور خیر اپنے ساتھ بُرائی اور شر کو لائے گی (یعنی مثلاً فتوحات کے سلسلہ میں جو مالِ غنیمت حاصل ہوگا کیا وہ بدی کو بھی ساتھ لائے گا) رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (یہ سُنکر) خاموش ہوگئے (اور وحی الٰہی کا انتظار کرنے لگے) یہاں تک کہ ہم نے یہ خیال قائم کرلیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وحی نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنے چہرۂ مبارک سے پسینہ صاف کیا اور پھر فرمایا سوال کرنے والا کہاں ہے گویا آپ نے سائل کے سوال کو قابلِ تعریف سمجھا اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا بھلائی بُرائی کو ساتھ

---

[1] بخاری : بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا صہ ۹۵۱، ج ۲،
مسلم : کتاب الزکاۃ، بَابُ التَّحْذِيْرِ مِنَ الْاِغْتِرَارِ بِزِيْنَةِ الدُّنْيَا صہ ۳۳۶، ج ۱

نہیں لاتی (اور اس کی مثال یہ ہے کہ) بہار کا موسم جو سبزہ اُگاتا ہے (وہ بھلائی ہے اور کسی قسم کی بُرائی اس میں نہیں لیکن) وہ جانور کا پیٹ پھلا کر اس کو مار ڈالتا ہے یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچا دیتا ہے (بُرائی سبزہ میں نہیں جانور کے فعل میں ہے۔ یعنی گھاس کھانے والے جانور نے گھاس اس طرح کھائی کہ اس کا پیٹ خوب بھر گیا اور) اس کے دونوں پہلو تن گئے یعنی اس نے سبزہ کھانے میں حد سے تجاوز کیا اور ضرورت سے زیادہ کھا لیا جو بُرائی اور خرابی کا باعث ہوا پھر وہ دھوپ میں بیٹھا (جانور کی عادت ہے کہ جب اس کا پیٹ اپھر جاتا ہے تو وہ دھوپ میں جا بیٹھتا ہے تاکہ دھوپ کی گرمی سے پیٹ نرم ہو جائے) پتلا گوبر کیا اور پیشاب کیا (یعنی دھوپ کی گرمی نے پیٹ کو نرم کر کے پیشاب اور پاخانہ کو خارج کر دیا) اور پھر چراگاہ کی طرف لوٹ پڑا اور گھاس کو کھایا یہی حال انسان کا ہے جب اس کو مال ملتا ہے تو وہ بے دریغ خرچ کرتا ہے اور معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دُنیا کا یہ مال سبز اور خوش گوار تر و تازہ اور لذیذ ہے۔ جو شخص اس کو جائز طریقہ پر حاصل کرے اور جائز مصارف میں صرف کرے تو یہ مال بہترین مدد گار ہے اور جو شخص اس کو ناجائز طریقہ پر حاصل کرے تو یہ مال اس کے حق میں اس شخص کے مانند ہو جاتا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور یہ مال قیامت کے دن اس کا شاہد ہوگا (یعنی اس کے اسراف وغیرہ کی شہادت دے گا) بخاری و مسلم

تشریح: دنیا کی دولت جب آتی ہے تو آدمی میں عیش اور آرام کی فکر اور

آخرت سے غفلت شروع ہوتی ہے اور دل میں بڑائی اور جاہ پیدا ہوتی ہے تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک تو وہ جو دنیا کی محبت میں آلودہ نہ ہوئے دوسرے وہ جو آلودہ ہوتے پھر توبہ کر کے پاک وصاف ہو گئے۔ تیسرے وہ جو بدون توبہ ناپاک اور آلودہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ حضرت خواجہ عبید اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا مانند سانپ کے ہے اور سانپ کو لینے سے پہلے اس کا منتر سیکھنا ضروری ہے اور منتر یہ ہے کہ علم حاصل کرے کہ کہاں سے حاصل کرنا جائز ہے اور کہاں خرچ کرنا چاہیئے اور وضاحت اس کی حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمائی کہ منتر اس کا تقویٰ ہے اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے متقی بندہ کی صحبت سے احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث تائید کرتی ہے اس ارشاد کی کہ لَابَاسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ ترجمہ: مالداری مضر نہیں اس کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے۔

۱۳۔ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْرَأُ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ قَالَ یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ قَالَ وَھَلْ لَکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ[1]

ترجمہ: حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں

---

[1] مسلم: کتاب الزُّھد ص ۴۰۷، ج ۲

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ رہے تھے (یعنی سُورۃ الٰھکم التکاثر جس کے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو تم اپنے مال کی زیادتی پر باہم فخر کرنے کے سبب آخرت کے خیال سے بے پروا ہو گئے ہو یعنی مال کی زیادتی پر فخر کرنے کی وجہ سے تمہارے قلوب میں اندیشہ آخرت باقی نہیں رہا ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا آدم کا بیٹا میرا مال میرا مال کہتا رہتا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آدم کے بیٹے تیرے مال میں سے تجھ کو کچھ نہیں ملتا مگر صرف اتنا جتنا کہ تو نے کھایا اور خراب کر دیا پہنا اور پھاڑ ڈالا اور خیرات کر دیا اور آخرت کے لیے ذخیرہ کیا (مسلم)

تشریح: آدمی مال کے بڑھانے کی فکر میں آخرت کے اعمال سے غافل ہو جاتا ہے جس کے سبب پردیس کا امیر اور وطن آخرت کا قلاش اور مفلس ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا نادانی ہو سکتی ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

۱۴۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)[1]

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ

---

[1] بُخاری: بَابُ الغِنٰی غِنَی النَّفْسِ ص ۹۵۴ ج ۲، مُسلم: بَابُ التَّحْذِیْرِ مِنَ الاِغْتِرَارِ بِزِیْنَۃِ الدُّنْیَا ص ۳۳۶ ج ۱

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا غنا (دولت مندی) اسباب و سامان کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ (حقیقی) غنا دل کی دولت مندی سے ہے (دل غنی ہونا چاہیئے مال ہو یا نہ ہو)

تشریح : اور دل کی مالداری حاصل ہوتی ہے تعلق مع اللہ کی برکت سے جب بندہ خدا کا مقرب ہوجاتا ہے تو خالقِ کائنات کے قرب کی دولت کے سامنے تمام کائنات کی شان وشوکت اسے بے قدر اور ہیچ دکھائی دیتی ہے جس طرح ستاروں کی روشنی اوران کی کثرت ایک آفتاب عالمتاب کے سامنے کالعدم ہوجاتی ہے ؎

۱ چوں سلطان عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

۲ اگر آفتاب است یک ذرہ نیست
دگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

ترجمہ: ۱۔ جب وہ سلطان عزت یعنی حق سبحانہ تعالےٰ اپنی جلالتِ شان کے ساتھ عارف کے قلب میں تجلیاتِ قرب عطا کرتے ہیں تو عارف کو معیّتِ خاصۂ الٰہیّہ کے انوار کے سامنے تمام جہاں کالعدم معلوم ہوتا ہے اور بزبانِ حال وہ کہہ اُٹھتا ہے ؎

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑگئی لَو شمعِ محفل کی
پتنگوں کے عوض اُڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آتے

ترجمہ: ۲ر اگر آفتاب روشن ہے تو اس کے سامنے ایک ذرّہ روشن بے قدر ہے اور اگر ہفت دریا موجود ہے تو اس کے سامنے ایک قطرہ کیا حقیقت رکھتا ہے اور بندہ خدا کا مقرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اتباعِ سُنّتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اختیار کرتا ہے اور یہ توفیق عادتاً اہل اللہ اور مشائخ و مقبولانِ بارگاہِ حق کی صحبتِ طویلہ کے فیضان سے نصیب ہُوا کرتی ہے ؎

اُن سے ملنے کی ہے یہی اِک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اکبرؔ

صاحبِ مظاہرِ حق[1] نے لکھا ہے کہ جو شخص قانع اور رضی ہے بقدرِ ضرورت پر وہ غنی ہے اس سے جو حریص ہے اور زیادہ طلبی کے لیے بے سکون ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ تونگری بدل ست نہ بمال اور بزرگی بعقل ست نہ بسال۔ ترجمہ: تونگری دل سے ہے یعنی دل عالی ہمت اور عالی حوصلہ ہو تو وہ غنی ہے نہ کہ مال

---

[1] صہ ۲۸۲، ج ۴

سے کوئی غنی ہوتا ہے اور بزرگی عقل سے ہوتی ہے نہ عمر کی زیادتی سے۔

اور بعضوں نے کہا کہ کمالات علمیہ وعملیہ سے نفس انسان کا غنی ہوتا ہے انبیاءؑ اور اولیاء اور صلحا کا ترکہ علم ہے اور فرعون قارون ہامان اور فجار کا ورثہ مال ہے۔ نظم[1]

رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا
لَنَا عِلْمٌ وَّ لِلْأَعْدَآءِ مَالٌ
فَإِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ
وَإِنَّ الْعِلْمَ يَبْقٰى لَا يَزَالُ

ترجمہ ہم حق تعالے کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہم کو علمِ دین عطا ہوا اور دشمنوں کو مال پس تحقیق کہ مال عنقریب فنا ہونے والا ہے اور علمِ دین کی دولت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

---

[1] مرقات صد ۲۴، ج ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخابات کتاب الرّقاق

مشکوٰۃ شریف

فصل دوم

۱۵۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّاْخُذُ عَنِّیْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمٰتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَاَخَذَ بِيَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَّاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُّسْلِمًا وَّلَا تُكْثِرِ الضِّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضِّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ[1]۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا

---

[1] رَوَاهُ اَحْمَدُ صـ ۲۱۵، ج ۲ ، رقم حدیث (۸۱۱۵) ، ترمذی ابوابُ الزُّھد صـ ۵۶، ج ۲ ،

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کون ہے جو مجھ سے ان احکام کو لے جائے اور ان پر عمل کرے یا اس شخص کو سکھائے جو اس پر عمل کرے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہوں، آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس طرح پانچ باتیں گنوائیں یعنی فرمایا :

۱/ ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچا جن کو خدا نے حرام قرار دیا ہے اگر تو ان سے بچے گا تو تیرا شمار بہترین عبادت گذار لوگوں میں ہوگا۔

۲/ جو چیز خدا نے تیری قسمت میں لکھ دی ہے اس پر راضی اور شاکر رہ اگر تو ایسا کرے گا تو دنیا کے غنی ترین لوگوں میں تیرا شمار ہوگا۔

۳/ اپنے ہمسائے سے اچھا سلوک کر اگر تو ایسا کرے گا تو مومن کامل ہوگا۔

۴/ جو چیز تو اپنے لیے پسند کرتا ہے دوسروں کے لیے بھی پسند کر اگر ایسا کرے گا تو کامل مسلمان ہوگا۔

۵/ اور زیادہ نہ ہنس اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے (احمد، ترمذی)

تشریح : حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ نے جن اعمال کو ہمارے اوپر حرام فرمایا ہے ان سے احتیاط کرنے والا بہترین عبادت گذاروں میں شمار ہوگا۔ اس سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہیے جو نوافل اور تسبیحات اور وظائف کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر گھروں میں تصاویر لگانے اور پائجامے ٹخنے سے نیچے کرنے اور داڑھی کٹانے یا منڈانے سے احتیاط نہیں کرتے اور اسی طرح جھوٹ، غیبت، بدنگاہی، رشوت، تکبر وغیرہ " محرمات سے نہیں بچتے

محارم سے مراد نافرمانی کرنا حکمِ شرع کی اور ترک کرنا اعمالِ ضروریہ کا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ قضا نمازوں کو ادا نہیں کرتے اور نوافل اور وظیفوں میں بہت مشغول نظر آتے ہیں اور فقراء کو خوب خیرات کرتے ہیں اور خوب مساجد میں چندہ دیتے ہیں۔ نفل کی تو فکر اور فرض سے غفلت کس درجہ نادانی ہے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم بے عمل کو بھی امر بالمعروف جائز ہے

(مظاہر حق صـ ۶۸۳ - ۶۸۴، ج ۴)

۱۶ر وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِبْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًی وَّاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ[1]۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالےٰ فرماتا ہے آدم کے بیٹے میری عبادت کے لیے تو اپنے دل کو اچھی طرح مطمئن اور فارغ کر لے میں تیرے دل میں غنٰی (بے پرواتی) بھر دوں گا اور فقر و احتیاج کے سوراخوں کو بند کر دوں گا اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو (دنیا کے) مشاغل سے بھر دوں گا اور تیرے فقر و افلاس کے سوراخوں

---

[1] مسند احمد صـ ۴۷۵، ج ۲ رقم حدیث (۸۷۱۷)
ابنِ ماجہ: بَابُ الْهَمِّ بِالدُّنْيَا صـ ۳۱۲

کو بھی بند نہ کروں گا۔ (احمد۔ ابنِ ماجہ)

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دنیا میں چین اور آرام اور سکون والی زندگی اسی وقت مل سکتی ہے جب بندہ اپنے مولیٰ کی عبادت کے لیے وقت کو فارغ کرے اور اگر ایسا نہ کرے گا تو دنیا کی ہوس اور فکر سے ہر وقت اس کی زندگی تلخ رہے گی اور ملے گا اتنا ہی جتنا قسمت میں ہے۔

۱۷؎ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَّذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلْ بِالرِّعَةِ يَعْنِي الْوَرَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ (: اَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيٰمَةِ ص۷۸، ج۲)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے سامنے عبادت اور اطاعتِ الٰہی میں کوشش کا ذکر کیا ایک شخص نے پرہیزگاری کا ذکر کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس کو (یعنی عبادت اور اطاعت میں کوشش کرنا) پرہیزگاری کے مساوی نہ ٹھہرا (یعنی پرہیزگاری بڑی چیز ہے) (ترمذی)

تشریح: تقویٰ کے ساتھ تھوڑی عبادت سے بھی بڑی برکت ہوتی ہے اور کثرتِ عبادت کے ساتھ گناہوں کی بھی عادت سے بڑی بے برکتی رہتی ہے اسی لیے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک گناہ کی عادت کو ترک کر دینا لاکھوں تہجد کی نمازوں سے افضل ہے۔

حق تعالے کا ارشاد ہے کہ ہمارے اولیاء وہی ہیں جو متقی ہیں گناہوں کی عادت اور اصرار کے ساتھ کوئی شخص صاحبِ نسبت (یعنی ولی اللہ) نہیں ہوسکتا۔ ولایت اور فسق میں تضاد ہے۔ پس اللہ تعالے کا ولی بننے کے لیے ایمان کے ساتھ تقویٰ کا حصول بھی ضروری ہے جو عادۃً متقین کاملین کی صحبت کے فیضان سے حاصل ہوا کرتا ہے۔

ملنے والوں سے راہ پیدا کر　　ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(اکبر الٰہ آبادی)

۱۸۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّھُوَ يَعِظُہٗ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ ھَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ رَوَاہُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا۔[1]

ترجمہ: حضرت عمرو بن اودی رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے

---

[1] بَیہقی فِی شُعَبِ الإِیْمَانِ ص۲۶۳، ج ۷، رقم: (۱۰۲۴۸) والترمذی بحوالۃ مشکوٰۃ، کتاب الرقاق ص۴۴۱، ج ۲

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت[1] فرماتے ہوئے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت شمار کرو۔

۱/ بڑھاپے سے پہلے جوانی کو۔

۲/ بیماری سے پہلے صحت کو۔

۳/ افلاس سے پہلے خوش حالی کو۔

۴/ مشاغل سے پہلے فراغت کو۔

۵/ موت سے پہلے زندگی کو۔ (ترمذی)

تشریح : غنیمت شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو لہو ولعب اور فضول غیر مفید کاموں میں ضائع نہ کیا جاوے یعنی اپنی جوانی صحت، خوش حالی۔ فراغ اور زندگی کی نعمت کو قبل اس کے کہ بڑھاپا۔ بیماری۔ افلاس۔ مشاغل۔ موت ان نعمتوں کو ہم سے چھین لیں، ان لمحات میں اعمالِ صالحہ سے آخرت کا ذخیرہ کرلیا جاوے۔ ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں عبادت کو بھی دل چاہے گا تو جوانی جیسی طاقت کہاں سے لائے گا اسی طرح اگرچہ بیماری میں زیادہ خدا یاد آتا ہے لیکن عبادت کی طاقت نہیں رہتی۔ دل کی حسرت دل میں رہے گی۔ اسی طرح افلاس میں دل تو معاش کی فکر میں مبتلا رہے گا۔ خدا کی عبادت کی فرصت کو دل ترسے گا۔ اسی طرح مشاغل سے پہلے فراغ

---

[1] والحاکم فی المستدرك صـ ۳۰۶، ج ۴، شرح السنۃ صـ ۲۷۶۔۲۷۷ ج ۷، رقم (۳۹۱۶)

اور موت سے پہلے زندگی کی نعمت کو قیاس کر لیا جاوے۔

۱۹ا۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یَنْتَظِرُ اَحَدُکُمْ اِلَّا غِنًی مُّطْغِیًا اَوْ فَقْرًا مُّنْسِیًا اَوْ مَرَضًا مُّفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُّفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُّجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرُّ غَائِبٍ یُّنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَ اَمَرُّ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ [۱]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص دولت مندی اور تونگری کا انتظار کرتا رہتا ہے جو گنہ گار کرنے والی ہے یا افلاس کا انتظار کرتا رہتا ہے جو خدا کو بھلا دینے والا ہے (دولت کی قدر نہ کر کے اس کو ضائع کر دینا گویا افلاس کا انتظار کرنا ہے) یا بیماری کا انتظار کرتا ہے (یعنی صحت کی قدر نہ کرنے کے سبب) جو بدن کو خراب و تباہ کر دینے والی ہے یا بڑھاپے کا انتظار کرتا ہے جو بدحواس و بے عقل بنا دیتا ہے یا موت کا انتظار کرتا رہتا ہے جو ناگہاں اور جلد آنے والی ہے یا دجّال کا انتظار کرتا ہے جو بُرا غائب ہے اور جس کا انتظار کرتا رہتا ہے یا قیامت کا انتظار کرتا

---

[۱] ترمذی: بابُ مَا جَاءَ فِی الْمُبَادَرَةِ بِالْعَمَلِ صـ۵۶-۵۷، ج ۲، والنسائی بحوالہ مشکوٰة کتاب الرقاق صـ۴۴۱، ج ۲، والبیھقی فی شعب الایمان صـ۳۵۷، ج ۷، رقم (۱۰۵۷۲) والحاکم فی المستدرک ۴/۳۲۰-۳۲۱، وشرح السنۃ صـ۲۷۷، ج ۷، رقم (۸۳۹۱۷)

ہے جو سخت ترین اور تلخ ترین حوادث میں سے ہے۔ (ترمذی و نسائی)

تشریح: یعنی اس انتظار اور آج کل کے وعدوں میں انسان آخرت کی تیاری سے غافل رہتا ہے۔ اسی لیے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ اور طاعات کے لیے سکون اور اطمینان کا انتظار نہ کرو۔ جس حالت میں بھی ہو فوراً خدا کی یاد میں لگ جاؤ کہ یادِ خدا ہی سے تو اطمینان نصیب ہو گا اور تم یادِ خدا کو اطمینان کے انتظار میں موقوف کیے ہوئے ہو۔ یہ کس درجہ نادانی ہے۔ ذکر ہر حالت میں مفید ہے خواہ تشویش قلب کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو ؎

گفت قطب شیخ گنگوہی رشید

ذکر را یابی بہ ہر حالت مفید

ترجمہ: یہ احقر کی مثنوی کا شعر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا رشید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہے کہ ذکر کو خواہ سکون میں ہو یا بے سکون ہر حالت میں مفید پاؤ گے۔

حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ماضی و مستقبلت پردہ خدا است

یعنی سالک کو ماضی کا غم اور مستقبل کا اندیشہ اصلاح حال سے محروم کر دیتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ماضی کے گناہوں سے ایک دل سے توبہ کر کے پھر بار بار اسی کی یاد میں نہ لگا

رہے۔ بندہ خدا کی یاد کے لیے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ گناہوں کی یاد کے لیے اسی طرح مستقبل کا اندیشہ کہ جب پھر گناہ ہو جاتے گا تو اس توبہ سے فائدہ ہی کیا۔ یہ سب باتیں اللہ تعالےٰ کی راہ میں حجاب ہیں۔ آئندہ کے لیے صرف پختہ ارادہ گناہ نہ کرنے کا کافی ہے اور اگر ہو گیا تو پھر توبہ سے اس کی تلافی کا راستہ ہے خلاصہ یہ کہ آئندہ کا انتظار کیا ہو گا نہ چاہیئے جس حالت میں سانس لے رہا ہے اس سانس کو اعمالِ صالحہ میں لگائے اور گناہوں سے بچائے حال کو درست رکھے اور آج کا کام کل پر نہ ٹالے ؎

نیست فردا گفتن از شرطِ طریق

اعمال کو کل پر ٹالنا خلاف طریق ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے راستہ کے اصول کے خلاف ہے۔ اس حدیث شریف میں اسی بیماری کا علاج ارشاد فرمایا گیا ہے کہ بعض لوگ مفلس ہیں وہ مالداری کے انتظار میں اعمالِ آخرت کی طرف اپنے کو مشغول نہیں کرتے اور جو مالدار ہیں وہ افلاس کے انتظار میں ہیں یعنی دولت کو گناہوں یا فضول کاموں میں اڑا رہے ہیں حالانکہ اس دولت سے ذخیرۂ آخرت کر سکتے تھے اسی طرح صحت کو نافرمانیوں یا غفلتوں میں ضائع کرتے ہیں گویا بیماری کا انتظار کر رہے ہیں آخرت کے اعمال کے لیے۔ اسی طرح جوانی کو رائیگاں کر رہے ہیں بڑھاپے کے انتظار میں اور زندگی کو ضائع کر رہے ہیں موت کے انتظار میں اور باقی مضمون کو اس تشریح پر قیاس کر لیا جاوے۔ انتظار کرنے کا عنوان ڈانٹ اور

تنبیہ کے لیے ہے کہ غفلت کا پردہ چاک ہو۔

۲۰۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ مَّلْعُوْنٌ مَّا فِيْهَآ اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَ عَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خبردار دنیا ملعون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے۔ مگر ذکرِ الٰہی اور وہ اعمال جن کو اللہ پسند کرتا ہے اور علمِ دین کے عالم اور علم سیکھنے والے۔

تشریح: لعنت کا مفہوم اور معنی اصطلاحِ شرع میں اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دُوری کے ہیں پس "دنیا ملعون ہے" کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دور ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے وہ بھی اللہ تعالےٰ کی رحمت سے دور ہے مگر اللہ تعالےٰ کا ذکر اور جو چیزیں ذکر سے قریب کرنے والی ہیں۔ مثلاً ذکر کرنا انبیاء اور اولیاء اور صلحاء اور اعمال صالحہ اور دُنیا کی بے ثباتی وغیرہ کا اور بقدرِ ضرورت معاش کے حاصل کرنے میں مصروف ہونا اسی طرح دین سیکھنے والے اور سکھانے والے بھی مستثنیٰ ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ذکرِ حق اور مقدمات ذکرِ حق مستثنیٰ ہیں۔ (مرقات ص ۳۱، ج ۹)

---

[1] ترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِي هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰهِ ص ۵۸، ج ۲
ابنِ ماجة: بَابُ مَثَلِ الدُّنْيَا ص ۳۱۲

۲۱ ۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰے عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنْهَا شَرْبَةً ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ تِرْمِذِی ۔ اِبْنُ مَاجه)[1]

ترجمہ: حضرت سعد بن سہل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اگر دُنیا اللہ تعالےٰ کی نظر میں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت رکھتی تو وہ اس میں سے کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا ۔

تشریح: چونکہ دنیا اللہ تعالےٰ کے نزدیک حقیر تھی اس لیے کفّار اور فجّار کو دنیا خوب دیتا ہے ۔ حق تعالےٰ فرماتے ہیں لَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً[2] الخ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ سارے انسان کافر ہوجاتے تو کافروں کے گھروں کی چھت کو ہم چاندی کی کر دیتے ۔

دنیا جب اس درجہ بے وقعت ہے پھر اس کے لیے اپنے مولیٰ اور مالک حق تعالےٰ شانہٗ کو ناراض کرنا کس درجہ نادانی ہوگی نیز اگر اللہ تعالےٰ نے کافروں کو ڈھیل دینے کے لیے دُنیا کی چند روزہ بہار دے دی ہے تو

---

[1] ترمذی: بَابُ مَا جَآءَ فِي هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰه ص ۵۸، ج ۲ ابنِ ماجة: بَابُ مَثَلِ الدُّنيا ص ۳۱۲ و احمد بحوالہ مشکوٰۃ ص ۴۴۱، ج ۲

[2] سورۃ الزخرف پارہ ۲۵ آیت ۳۳

کافروں کی اس دُنیا کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھنا چاہیئے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ[1] یہ دنیا جو کافروں کے پاس ہے چند روزہ بہار ہے پھر انجام کار ان کا ٹھکانا جہنّم ہے۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ یہ دنیا جو کافروں کے پاس ہے وہ نعمت نہیں ہے بلکہ عذاب ہے لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا[2] تاکہ عذاب دے اللہ تعالےٰ ان کو ان کی دُنیا سے ان کی دنیاوی زندگی میں۔

اگر بادشاہ پھانسی کے ملزم کو ایک ماہ کے لیے مہلت دے اور اس مہلت کے زمانے میں خوب اس کو سامانِ عیش دیدے تو کیا کوئی عقل مند اس کے عیش پر لالچ کر سکتا ہے۔ بادشاہ ہارون رشید کے صاحبزادے نے جو انتہائی زاہدانہ زندگی کی حالت میں دُنیا سے رخصت ہو رہا تھا یہ دو شعر اپنے رفیق ابو عامر بصری کو بطور وصیت کے سُنائے تھے ؎

يَا صَاحِبِيْ لَا تَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمِيْ

فَالْعُمْرُ يَنْفَدُ وَالنَّعِيْمُ يَزُوْلُ

فَإِذَا حَمَلْتَ إِلَى الْقُبُوْرِ جَنَازَةً

فَاعْلَمْ بِاَنَّكَ بَعْدَهَا مَحْمُوْلُ

ترجمہ: اے ساتھی دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ نہ کھانا۔ عمر ایک دن ختم

---

[1] ۔ سُورۃ آل عمران پارہ ۴ آیت ۱۹۷

[2] ۔ سُورۃ التوبۃ پارہ ۱۰ ، آیت ۵۵

ہونے والی ہے اور نعمتیں تم سے ختم یا جُدا ہونے والی ہیں۔
اور جب تم کسی جنازہ کو قبرستان لے جا رہے ہو تو یقین کر لینا کہ تم آج اُٹھانے والے ہو اور کل تم اٹھائے جاؤ گے۔

نظیر اکبر آبادی کے دو شعر بھی عجیب عبرت ناک ہیں

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
معطّر بدن تھا مبیّض کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

۲۲۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَۃَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیْ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)[1]

ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ ضیعت کو اپنے لیے ضروری و لازم نہ جانو کہ وہ دُنیا کی طرف رغبت کا سبب بن جائے۔

تشریح ضَیْعَۃ بِالْفَتْحِ حِرْفَۃُ الرَّجُلِ وَصَنَاعَتُہٗ (آدمی

---

[1] ترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِیْ ہَمِّ الدُّنْیَا وَحُبِّہَا صہ ۵۹، ج ۲
بیہقی صہ ۳۰۴، ج ۷، رقم (۱۰۳۹۱)، شرح السنۃ صہ ۲۸۵، ج ۷
رقم (۳۹۳۰)

کا پیشہ اور صناعت) اور باغ و کھیتی اور گاؤں - مراد جائیداد ہے مطلب یہ ہے کہ جائیداد خریدنے اور بنانے میں اتنا غلو اور انہماک نہ کرے جس سے آخرت کی طرف سے غفلت اور بے پروائی پیدا ہونے لگے -
(لمعات شرح مشکوٰۃ) صاحب مظاہر حق[1] نے یہ شعر لکھا ہے ؎

گرت مال و جاہست زرع و تجارت
چوں دل باخدا ایست خلوت نشینی

ترجمہ اگر جاہ اور مال اور کھیتی اور تجارت کے ہوتے ہوئے دل اللہ کے ساتھ ہے تو یہ شخص خلوت نشین اور باخدا ہے اور اس کی یہ دنیا اس کی آخرت کے لیے مضر نہیں ہے - رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اَلْاٰيَةِ[2] اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مردانِ خدا وہ ہیں جن کو بڑی سے بڑی تجارت اور نہ چھوٹی تجارت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی ہے آخرت کے ہولناک مناظر کے خوف سے -

۲۳ر وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ

---

[1] مظاہرِ حق صہ ۶۸۹، ج ۴ مرقات صہ ۳۳، ج ۹
[2] سورۃ النور پارہ ۱۸، آیت ۳۷ ،

الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ[1]

ترجمہ حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی دنیا کو عزیز و محبوب رکھتا ہے (اس قدر محبوب رکھنا کہ اللہ کی محبت پر غالب آجاتے) وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو عزیز رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچاتا ہے پس تم اس چیز کو اختیار کرلو جو باقی رہنے والی ہے اور فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ دو۔

تشریح ہر عاقل دنیا اور آخرت کی فکر اور تیاری اور محنت دونوں مقامات میں رہنے کے زمانے میں غور کرکے توازن قائم کرسکتا ہے کہ کہاں کتنا رہنا ہے۔ دنیا کی محبت مطلق مذموم نہیں بلکہ اس شرط سے دنیا کی محبت بُری ہے کہ وہ آخرت پر غالب آجائے۔ مثنوی شریف میں دنیا اور آخرت کے امتزاج کو اس طرح سمجھایا گیا ہے ؎

آب اندر زیر کشتی پشتی ست

آب در کشتی ہلاک کشتی ست (رومی)

ترجمہ اگر پانی کشتی کے نیچے رہے تو کشتی کے چلنے کا وہی ذریعہ بھی ہوتا ہے اور اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہوجاوے تو اس کو ڈبونے کا بھی

---

[1] مسند احمد صـ ۴۰۵، ج ۴ رقم: (۱۹۷۲۰) بیہقی صـ ۲۸۸ ج ۷ رقم (۱۰۳۳۷)، شرح السنۃ صـ ۲۸۶ - ۲۸۷، ج ۷ رقم (۳۹۲۳)

وہی ذریعہ بنتا ہے۔ پس دنیا اگر آخرت کی کشتی کے نیچے رہے تو وہی دنیا دین کی مددگار بن جاتی ہے اور اگر دُنیا کی محبت دل کے اندر گھس جاوے (یعنی آخرت کی کشتی کے اندر) تو آخرت کو تباہ کر دیتی ہے۔

۲۴۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُ الدِّرْھَمِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کی گئی درہم و دینار کے بندہ پر۔

تشریح: درہم اور دینار کے بندہ پر لعنت سے مُراد یہ ہے کہ بندہ مال و زر دولت سمیٹنے کی خاطر نماز، روزہ اور جملہ اعمالِ خیر سے غفلت اور حلال وحرام کی پروا نہ کرنے کے سبب حق تعالےٰ کی رحمت سے دُور ہو جاتا ہے۔ ورنہ اگر تقویٰ کے ساتھ دولت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔ کَمَا ھُوَ فِی الْحَدِیْثِ بِرِوَایَۃِ اَحْمَدَ لَابَاْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ [2] مالداری مضر نہیں اس کے لیے جو اللہ تبارک و تعالےٰ سے ڈرتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہل صوفیا جو متقی مالداروں کو بھی دنیادار سمجھتے ہیں اور اُن کو کسبِ معاش سے روکتے ہیں سخت غلطی پر ہیں حضرت خواجہ

---

[1] ترمذی: ابواب الزُّھد صہ ۶۲، ج ۲

[2] اس حدیث کی تخریج صہ ۱۲ پر ہو گئی ہے۔

عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

کسبِ دُنیا تو کر ہوس کم کر کی
اس پہ تو دین کو مقدم کر

۲۵۔ وَعَنْ کَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَھَامِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَی الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیْنِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ [۱]

ترجمہ : حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ انسان کی حرص جاہ و دولت پر دین کو نقصان پہنچاتی ہے ۔

تشریح : انسان کو عزت اور مال کی لالچ اللہ تعالےٰ سے غافل کر دیتی ہے اور جس شخص کا بھی دین تباہ ہوا ہے اگر اس کی تحقیق کی جاوے تو یہی دو سبب نکلیں گے ۔ عزازیل کی گمراہی کا سبب عزت کی حرص تھی حُبِّ جاہ نے سجدۂ آدم علیہ السلام سے اس کو روک دیا اور شیطان ہوگیا۔ قارون کو

---

[۱] ترمذی : ابواب الزّھد ص۶۲ ج ۲ ، دارمی ص۲۴۲ ، ج ۲ رقم : (۲۳۳۰) شرح السنّۃ ص۲۹۹ ج ۷ ، رقم (۳۹۴۹)

اس کے حرصِ مال نے گمراہ کیا ان دونوں بیماریوں کا علاج بزرگانِ دین کی خدمت میں حاضری اور ان سے اپنے حالات کی اطلاع کرکے اُن کے ارشادات اور ہدایات پر کچھ مدت تک عمل کرنا ہے اور جو شخص شریعت کا پابند نہ ہو اور سنّت کی اتباع نہ کرتا ہو اس کو بزرگ سمجھنا بھی گمراہی اور گناہ ہے۔

۲۶۔ وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَآ اَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِّنْ نَفَقَةٍ اِلَّآ اُجِرَ فِيْهَآ اِلَّا نَفَقَتَهٗ فِيْ هٰذَا التُّرَابِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ[۱]۔

ترجمہ: حضرت خباب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ مسلمان جو کچھ (اپنی زندگی کو قائم رکھنے پر) خرچ کرتا ہے اس کو اس کا ثواب دیا جاتا ہے مگر اس خرچ پر جو اس مٹی میں کیا جائے (یعنی بلا ضرورت و حاجت مکان بنانے میں کوئی ثواب نہیں ملتا)

تشریح: رہائش کی ضرورت یا کرایہ کی آمدنی کے لیے جو تعمیر کی جاتی ہے سب پر ثواب ملتا ہے البتہ بدون ضرورت محض شان دکھانے اور لوگوں پر فخر جتانے کے لیے جو تعمیر کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے اور مسجد اور

---

[۱]۔ ترمذی: ابوابُ صِفَةِ الْقِيٰمَةِ ص ۷۵، ج ۲؛ ابنِ ماجة: بابٌ فِي الْبِنَاءِ وَالْخَرَابِ ص ۳۱۷

دینی مدرسہ کی عمارت بنانا مستحسن اور مستحب ہے۔

۲۷ ؎ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّفَقَةُ کُلُّھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا الْبِنَآءَ فَلَا خَیْرَ فِیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تمام مصارف (زندگی) راہِ خدا میں (خرچ کرنے کے برابر) ہیں مگر مکانوں اور عمارتوں پر (جو بلا ضرورت و حاجت بنائی جائیں) خرچ کرنا کہ اس میں کوئی نیکی اور ثواب نہیں ہے۔

تشریح: چونکہ مکان بناتے وقت اکثر ضرورت کے درجہ پر صبر نہیں ہوتا آدمی فخر اور جاہ کے لیے ضرورت سے زائد بنا ڈالتا ہے اس لیے اس اسراف پر یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

۲۸ ؎ وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا وَّنَحْنُ مَعَہٗ فَرَاٰی قُبَّةً مُّشْرِفَةً فَقَالَ مَا ھٰذِہٖ قَالَ اَصْحَابُہٗ ھٰذِہٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَکَتَ وَحَمَلَھَا فِیْ نَفْسِہٖ حَتّٰی لَمَّا جَآءَ صَاحِبُھَا فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فِی النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْہُ صَنَعَ ذٰلِکَ مِرَارًا حَتّٰی عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِیْہِ وَالْاِعْرَاضَ عَنْہُ فَشَکَا ذٰلِکَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ وَ

؎ ترمذی ابواب صِفَةِ الْقِیٰمَةِ صہ ۷۵، ج ۲

قَالَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُنْکِرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰی قُبَّتَكَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰی قُبَّتِهٖ فَهَدَمَهَا حَتّٰی سَوَّاهَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمْ یَرَهَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ قَالُوْا شَکٰی اِلَیْنَا صَاحِبُهَآ اِعْرَاضَكَ فَاَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ اَمَآ اِنَّ کُلَّ بِنَآءٍ وَّبَالٌ عَلٰی صَاحِبِهٖٓ اِلَّا مَا لَا یَغْنِیْ اِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْهُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ - (: بَابٌ فِی الْبِنَاءِ ص ۳۵۵ ج ۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ نے ایک مقام پر ایک بلند قبہ دیکھا اور (تحقیر کے لہجہ میں) فرمایا کیا ہے یہ گنبد۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ فلاں انصاری نے بنایا ہے آپ ﷺ (یہ سن کر) خاموش رہے اور بات کو دل میں مخفی رکھا یہاں تک کہ گنبد بنانے والا آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا کئی مرتبہ ایسا ہوا (یعنی اس نے سلام کیا اور آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا) یہاں تک کہ اس شخص نے آپ ﷺ کے چہرہ پر غصہ کے آثار محسوس کیے اور آپ ﷺ کے منہ پھیر لینے سے آپ ﷺ کی نفرت کو معلوم کر لیا اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے شکایت کی اور کہا خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنے آپ سے غضب میں پاتا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ

وسلم ادھر تشریف لائے اور تیرے قبہ کو دیکھ کر غضب ناک ہو گئے وہ شخص قبہ کی طرف گیا اور اس کو گرادیا یہاں تک کہ زمین کے برابر کر دیا پھر اس واقعہ کے بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پھر ادھر تشریف لے گئے اور قبہ کو نہ پاکر فرمایا وہ گنبد کیا ہوا۔ صحابہؓ نے عرض کیا قبہ بنانے والے نے ہم سے آپ کی نفرت کی شکایت کی ہم نے اس کو واقعہ سے آگاہ کر دیا پس اس نے قبہ کو ڈھادیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا خبردار! ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے (یعنی موجبِ عذاب ہے) مگر وہ عمارت جس سے چارہ نہ ہو (یعنی جس کے بغیر زندگی گذارنی ناممکن ہو)

تشریح: محض تفاخر اور تعیّش کے لیے عمارت بنانا جو ضرورت سے زائد ہو آخرت کے لیے وبال ہے۔ یہاں جس قبہ کا ذکر ہے وہ در اصل ضروریاتِ زندگی سے زائد تھا اور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے لیے ایسے امور کو کب پسند فرما سکتے تھے جو ان کی بلندیٔ مرتبت فی الدین کے منافی ہوں آخرت کے لیے جو عمارتیں بنائی جائیں مثلاً مساجد، مدارس دینیہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں (مظاہر حق)[1]

۲۹۔ وَعَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَّمَرْكَبٌ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ

---

[1] مظاہر حق ص ۶۹۳، ج ۴، مرقات ص ۳۸، ج ۹

وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيحِ عَنْ اَبِي هَاشِمِ بْنِ عُتْبَدٍ بِالدَّالِ بَدَلَ التَّآءِ وَهُوَ تَصْحِيفٌ ۔[1]

ترجمہ: حضرت ابی ہاشم بن عتبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو وصیت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام اَموالِ دُنیا میں سے تیرے لیے ایک خادم اور خدا کی راہ میں سوار ہونے کے لیے ایک سواری کافی ہے اور مصابیح کے بعض نسخوں میں "عتبد" دال کے ساتھ ہے یہ تصحیف ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس درجہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں کے حقوق کی رعایت بیان فرمائی ہے ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

یعنی خادم اور سواری کی گنجائش اور اجازت دے دی گئی تاکہ جہاد یا حج یا طلبِ علم کے لیے سفر کرنا آسان ہو اور مُراد بقدرِ ضرورت پر قناعت کرنے کی تعلیم ہے۔

۳۰۔ وَعَنْ عُثْمٰنَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

---

[1] مسند احمد صہ ۵۴۱، ج ۳ رقم (۱۵۶۷۰)، ترمذی: بَابُ مَاجَآءَ فِي هَمِّ الدُّنْيَا وَحُبِّهَا صہ ۵۸، ج ۲۔ نسائی: اِتِّخَاذُ الْخَادِمِ وَالْمَرْكَبِ صہ ۳۰۱، ج ۲، ابنِ مَاجة: بَابُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا صہ ۳۱۲۔

لَيْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ بَيْتٍ يَسْكُنُهٗ وَثَوْبٍ يُوَارِيْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفِ الْخُبْزِ وَالْمَآءِ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ (ترمذی: بَابُ مَاجَاءَ فِي الزَّهَادَةِ فِي الدُّنْيَا صـ ۵۹، ج ۲)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان چیزوں کے سوا آدم کے بیٹے کا کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے۔ ۱ر رہنے کے لیے گھر۔ ۲ر تن ڈھانکنے کو کپڑا۔ ۳ر خشک روٹی۔ ۴ر اور پانی۔

تشریح: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ جو شخص مذکورہ حلال نعمتوں پر اکتفا کرے گا۔ اس سے قیامت کے دن حساب ان کے متعلق نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ نفس کے حقوقِ ضروریہ سے ہیں اور جو ان کے علاوہ حظوظ اور لذتوں کا سامان مہیا کرے گا ان کے متعلق سوال ہوگا اور ان کے شکر کا مطالبہ ہوگا[1]

۳۱ر وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَآ اَنَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِيَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِيَ النَّاسُ قَالَ ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيْمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ[2]

---

[1] مرقات صـ ۴۰، ج ۹ [2] یہ روایت اِن الفاظ کے ساتھ ترمذی میں نہیں۔ مرقات صـ ۴۱، ج ۹ - ابنِ ماجۃ: بَابُ الزُّهْدِ فِي الدُّنْيَا صـ ۳۱۱، شرح السُّنّۃ صـ ۲۸۶ ج ۷، رقم (۳۹۳۲)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو کوئی ایسا عمل بتایئے کہ میں جب اس کو کروں تو خدا اور خدا کے بندے مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دُنیا کی طرف رغبت نہ کر خدا تجھ سے محبت کرے گا اور اس چیز کی خواہش نہ کر جو لوگوں کے پاس ہے یعنی جاہ و دولت، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔

تشریح: بزرگوں نے لکھا ہے کہ حق تعالےٰ کے راستے کا پہلا قدم زہد یعنی دُنیا سے بے رغبتی ہے۔ پس جس کو حق تعالےٰ شانہٗ اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کے دل کو دنیا سے اُچاٹ (بے رغبت) کر دیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دُنیا ترک کر دیتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دُنیا اس کے گرد و پیش ہوتی ہے اس کے دل میں نہیں ہوتی۔ دل اللہ تعالےٰ کے لیے خاص کر دیتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالےٰ کو دل دے دینا اور اسلام نام ہے اللہ تعالےٰ کو جسم دے دینا یعنی جسم کو احکامِ شرع کے تابع کر دینا اور جو اللہ تعالےٰ کا خاص ہو جاتا ہے وہ لوگوں کی جاہ اور دولت سے بے پروا ہو جاتا ہے۔ جس کے سبب محبوب عند الخالق ہو جاتا ہے اور عند الخلق بھی۔ صاحبِ مظاہرِ حق[1] لکھتے ہیں کہ زہد کامل یہ ہے کہ دُنیا پاس ہو اور پھر بھی اس کی طرف رغبت نہ کرے۔ حضرت

---

[1] مظاہرِ حق صہ ۶۹۴، ج ۴، مرقات صہ ۱۴، ج ۹

علامہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا یا زاہد۔ آپ نے فرمایا کہ میں زاہد نہیں ہوں زاہد تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے کہ دنیا اُن کے پاس چلی آتی تھی اور وہ دُنیا کو منہ نہ لگاتے تھے اور ہم کس چیز میں زہد کریں گے

۳۲ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِيْ وَ لِلدُّنْيَا وَمَآ اَنَا وَالدُّنْيَآ اِلَّا كَرَاكِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔[1]

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بوریئے پر سوئے سو کر اُٹھے تو آپ کے جسم پر بوریئے کے نشان تھے ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہم کو حکم دے دیتے تو ہم آپ کے لیے فرش بچھا دیتے اور کپڑے بنا دیتے۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا مطلب۔ میری اور دُنیا کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی سوار کسی درخت کے نیچے کھڑا ہو کر سایہ سے فائدہ اٹھالے اور پھر چل دے اور درخت کو اپنی جگہ چھوڑ جائے۔

---

[1] مسند احمد ص ۵۰۸ ج ۱ رقم (۳۷۰۸) ابنِ ماجۃ: بَابُ مَثَلِ الدُّنیا ص ۳۱۲ - ترمذی: ابوابُ الزُّھدِ ص ۶۳ ج ۲

تشریح: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں اگر "ما" نفی کے لیے ہے تو مفہوم یہ ہوگا کہ نہیں ہے مجھے اُلفت دُنیا سے اور نہ دُنیا کو مجھ سے کہ میں رغبت کروں دُنیا کی طرف یا جمع کروں دُنیا کو اور اگر "ما" استفہامیہ ہے تو مفہوم حدیث یہ ہوگا کہ وہ کیا شے ہے جس کے سبب میں دُنیا سے محبت اور الفت کروں یا دُنیا مجھ سے کرے کیوں کہ میں طالب الآخرۃ ہوں اور دُنیا آخرت کے لیے مثل سوتن کے ہے اور ضد ہے اس کی۔[1]

۳۳۔ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِیَآئِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوۃِ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ رَبِّہٖ وَاَطَاعَہٗ فِی السِّرِّ وَکَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا یُشَارُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ وَکَانَ رِزْقُہٗ کَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِکَ ثُمَّ نَقَدَ بِیَدِہٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہٗ قَلَّتْ بَوَاکِیْہِ قَلَّ تُرَاثُہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ۔[2]

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ

---

[1] مرقات صہ۲۳۲، ج ۹ ۔ [2] مسند احمد صہ۲۰۱-۳۰۲، ج ۵، رقم (۲۲۲۵۹) ترمذی: بَابُ مَاجَاءَ فِی الْکِفَافِ ۔ ابنِ ماجہ : بَابُ مَنْ لَا یُؤْبَہُ لَہٗ صہ۳۱۳ وَالصَّبْرِ عَلَیْہِ صہ۶۰، ج ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نزدیک میرے دوستوں میں قابلِ رشک وہ مومن ہے جو نہایت سبک ہو دُنیا کے مال اور خیال سے اور خوش نصیب ہو نماز کے اعتبار سے یعنی اپنے پروردگار کی عبادت خوبی کے ساتھ کرتا ہو اور مخفی طریقہ پر طاعت الٰہی میں مشغول ہو۔ لوگوں میں گمنام ہو اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جائے اس کی روزی صرف کفایت کے درجہ کی ہو اسی پر وہ صابر اور قانع ہو۔ یہ فرماکر آپ ﷺ نے چٹکی بجائی اور پھر فرمایا جلدی کی گئی اس کی موت میں۔ کم ہیں اس کی رونے والی عورتیں اور حقیر ہے میراث اس کی۔

تشریح: ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ سبکسار مردم سبکتر روند۔ ہلکے پھلکے آدمی جو سامانِ سفر زیادہ نہ رکھتے ہوں بآسانی سفر ہلکے پھلکے طے کرتے ہیں۔ پس انسان دُنیا میں مسافر ہے۔ جس قدر اسباب اور تعلقات کے بوجھ سے ہلکا ہوگا۔ آخرت کے اعمال کے لیے وقت فارغ ہوگا اور روح بھی آسانی سے نکلے گی اور انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی طرف سے جاہ اور شہرت کا ارادہ نہ کرے اور نہ امتیازی شان بنائے اس کے باوجود اگر حق تعالےٰ شانہٗ جاہ اور شہرت عطا فرمادیں تو وہ مضر نہیں بلکہ اشاعتِ دین میں معین ہے (از ملفوظاتِ حضرت حکیم الامت تھانویؒ)

۳۴۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ

وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ

(مسلم صـ۳۳۲، ج۲ بَابُ إِذَا أُثْنِيَ عَلَى الصَّالِحِ فَهِيَ بُشْرَىٰ وَلَا تَضُرُّهُ)

ترجمہ: مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو نیک کام کرتا ہے اور اس پر لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اس کی وجہ سے اس کو دوست رکھتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ مومن کو جلد ملنے والی بشارت ہے (مسلم)

۳۵ر وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّيْ لِيَجْعَلَ لِيْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلٰكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَّأَجُوْعُ يَوْمًا فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ وَإِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ.

(مسند احمد صـ۳۰۰، ج ۵ رقم (۲۲۲۵۲)، ترمذی: بَابُ مَاجَاءَ فِي الْكَفَافِ وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ صـ۶۰، ج۲)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالےٰ نے میرے سامنے اس بات کو پیش کیا کہ وہ میرے لیے مکہ کے سنگ ریزوں کو سونا بنا دے میں نے عرض کیا نہیں اے پروردگار! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں جب میں بھوکا رہوں تو تیری طرف

عاجزی وزاری کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھر کر کھاؤں تو تیری تعریف اور تیرا شکر کروں۔

تشریح: اس حدیث شریف میں اُمت کے لیے فقر اور قناعت کی تعلیم ہے اور یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ فقر افضل ہے غنا سے۔

(مظاہر حق ۶۹۷-۶۹۸، ج۴)

۳۶، وَعَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِحْصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِىْ سِرْبِهٖ مُعَافًى فِىْ جَسَدِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(بَابُ مَا جَاءَ فِى الزَّهَادَةِ فِى الدُّنْيَا ص۶۰، ج۲)

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن محصن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اپنی جان کی طرف سے بے خوف ہو بدن درست ہو یعنی صحت اچھی ہو ایک دن کھانے کا سامان اس کے پاس ہو تو گویا اس کے لیے دنیا کی نعمتیں جمع کر دی گئی ہیں اور ساری دنیا اس کو دے دی گئی ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مذکورہ نعمتوں کے ہوتے ہوتے خدائے تعالےٰ کا شکر بجا لائے اور طاعت میں لگا رہے۔

۳۷، وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامَلَأَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُّقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مُحَالَةَ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَّثُلُثٌ شَرَابٌ وَّثُلُثٌ لِّنَفْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ (ترمذی: بَابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الْاَكْلِ صہ ۶۳، ج ۲ - ابنِ مَاجة: بَابُ الْاِقْتِصَادِ فِي الْاَكْلِ وَكَرَاهَةِ الشِّبَعِ صہ ۲۴۸ ۔

ترجمہ: حضرت مقدام ابن معدیکرب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہیں بھرا (جب کہ پیٹ کو خوب بھرا جائے اور اس سے دینی و دنیاوی خرابیاں پیدا ہوں) آدمی کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر پیٹ بھرنا ہی ضروری ہو تو چاہیئے کہ پیٹ کے تین حصّے کرے ایک حصّے میں کھانا دوسرے حصّے میں پانی اور تیسرا حصہ سانس (کی آمد و رفت) کے لیے ۔

تشریح: زیادہ کھانے سے عبادت میں سُستی پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی خواہش بڑھتی ہے اور صحت بھی خراب ہو جاتی ہے اس لیے اس پر اُمت کو تنبیہ فرمائی ۔

۳۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَّتَجَشَّأُ فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَاءِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ

السُّنَّةِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهُ ۔ (شرح السنّة صہ ۲۹۴، ج ۷ رقم (۳۹۴۴) ترمذی: ابوابُ صِفَةِ الْقِيٰمَةِ صہ ۷۴، ۷۵، ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکار لیتے سُنا تو فرمایا اپنی ڈکار کو کوتاہ اور مختصر کر یعنی ڈکار نہ لے اس لیے کہ قیامت کے دن بڑی بھوک رکھنے والا وہ شخص ہوگا جو دُنیا میں خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے۔

تشریح: اس شخص کا نام وہب بن عبداللہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) تھا اور اس وقت نابالغ تھے۔ اس نصیحت کے بعد انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کبھی نہ کھایا حتّٰی کہ دُنیا سے رخصت ہوگئے رات کو کھاتے تو صبح کو نہ کھاتے اور صبح کو کھاتے تو رات کو نہ کھاتے (مظاہر حق، صہ ۱۰۷، ج ۴)

۳۹۔ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ (ترمذی: بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ فِتْنَةَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِي الْمَالِ صہ ۵۹، ج ۲)

ترجمہ: حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ ہر قوم اور ہر اُمّت کے لیے ایک فتنہ ہے (یعنی ہر قوم خدا کی طرف سے کسی چیز کے فتنہ میں ڈال کر آزمائی جاتی ہے) اور میری اُمّت کا فتنہ (یعنی خدا کی آزمائش)

مال ہے۔

تشریح : یعنی اللہ تعالٰے میری اُمّت کو مال اس لیے دیتے ہیں کہ امتحان کریں بندوں کا کہ مال داری میں دین پر قائم رہتے ہیں یا نہیں (مظاہر حق، صہ۱۰۷، ج ۴)

۴۴ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُجَاءُ بِابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّہٗ بَذَجٌ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ فَیَقُوْلُ لَہٗ اَعْطَیْتُکَ وَخَوَّلْتُکَ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْکَ فَمَا صَنَعْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَثَمَّرْتُہٗ وَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِہٖ کُلِّہٖ فَیَقُوْلُ لَہٗ اَرِنِیْ مَا قَدَّمْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُہٗ وَثَمَّرْتُہٗ وَتَرَکْتُہٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِہٖ کُلِّہٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ یُقَدِّمْ [illegible] بِہٖ اِلَی النَّارِ [illegible] ۔

(ترمذی : ابوابُ صِفَۃِ الْقِیٰمَۃِ صہ۶۸، ج ۲)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے آدم کا بیٹا قیامت کے دن (اس طرح) لایا جائے گا گویا کہ بکری کا بچہ ہے پھر اس کو اللہ تعالٰے کے روبرو کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالٰے اس سے فرمائے گا میں نے تجھ کو زندگی عطا کی تھی۔ میں نے تجھ کو لونڈی غلام اور مال و دولت دیا تھا اور میں نے تجھ پر انعام کیا تھا (یعنی کتاب اور اپنے رسول تیری ہدایت کے لیے بھیجے تھے) پس تو نے کیا کام

کیا۔ آدمی کہے گا اے پروردگار میں نے مال کو جمع کیا اس کو تجارت وغیرہ سے بڑھایا اور اس سے زیادہ دنیا میں اس کو چھوڑ آیا جتنا کہ وہ تھا۔ مجھ کو دنیا میں پھر بھیج دے کہ میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں (یعنی دُنیا میں جا کر اس کو خیرات کر دوں) پھر اللہ تعالےٰ پوچھے گا کہ جو مال کہ تو نے آگے بھیج دیا ہے (یعنی آخرت کے لیے) اس کو دکھلا وہ جواب میں کہے گا اے پروردگار میں نے مال کو جمع کیا بڑھایا اور اس سے زیادہ تعداد میں دُنیا کے اندر چھوڑ آیا جتنا کہ وہ تھا تو مجھ کو دنیا میں بھیج دے کہ میں اپنے سارے مال کو تیرے پاس لے آؤں۔ آخر وہ ایک ایسا بندہ ثابت ہو گا جس نے آخرت میں کچھ ذخیرہ نہ کیا ہو گا اور اس کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

تشریح : پس معلوم ہوا کہ نعمتِ حقیقی وہ ہے جو آخرت کی سعادت اور کامیابی کا سبب بن جاوے اور جس نعمت کے غلط استعمال سے آخرت تباہ ہو تو وہ نعمت اس کے حق میں نعمت نہیں اس کو نعمت سمجھنا غلط ہے (مظاہر حق)[1]

۴۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُسْئَلُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُّقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ جِسْمَكَ وَنُرَوِّكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ[2]۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول

---

[1] مظاہرِ حق ص ۷۰۲ - ۷۰۳ ج ۴ [2] ترمذی : ابوابُ التَّفْسِیْرِ مِنْ سُوْرَةِ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ص ۱۷۳ ج ۲

اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ سے نعمتوں کے متعلق جو پہلا سوال کیا جائے گا وہ یہ ہوگا کیا ہم نے تجھ کو صحت عطا نہیں کی اور ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب نہیں کیا۔

تشریح : صحت اور ٹھنڈا پانی بڑی نعمت ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں اشرف علی! پانی جب پیا کرو ٹھنڈا پیا کرو کہ ہر بُن مو سے شکر نکلتا ہے۔ ایک بادشاہ جنگل میں پیاسا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ایک فرشتہ یا بزرگ بھیجا انھوں نے کہا ایک پیالہ پانی دوں گا کیا انعام دوگے۔ بادشاہ نے کہا آدھی سلطنت دوں گا۔ ایک پیالہ پانی پینے کے بعد پھر اس کا پیشاب رُک گیا اس نے کہا میں علاج کردوں گا کیا دوگے بادشاہ نے کہا بقیہ آدھی سلطنت دوں گا۔ پھر جب علاج کر دیا تو کہا کہ لے اپنا ملک اور اپنی سلطنت کی قیمت پہچان لے اور اب غرور نہ کرنا۔ (مظاہر حق میں یہ حکایت لکھی ہے) (مظاہر حق صہ ۷۰۳-۷۰۲، ج ۴)

۲۴۴۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَآ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَآ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَآ اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ[1]۔

---

[1] ترمذی: ابوابُ صِفَةِ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی کے پاؤں جنبش میں نہ آئیں گے جب تک اس سے یہ پانچ باتیں دریافت نہ کر لی جائیں گی۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ اپنی عمر کو کس کام میں صرف کیا۔ اپنی جوانی کس کام میں ختم کی۔ مال کیونکر کمایا اور کیونکر خرچ کیا اور جو علم حاصل کیا تھا اس کے موافق کیا عمل کیا۔[1]

تشریح: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا' اے عویمر کیا حال ہو گا تیرا جب قیامت کے دن کہا جاوے گا کہ تو عالم تھا یا جاہل پس اگر کہے گا کہ عالم' تو کہا جاوے گا کہ کیا عمل کیا اور اگر کہے گا جاہل تو کہا جاوے گا کہ علم کیوں نہیں سیکھا۔[2] (مظاہر حق)

---

[1] مرقات صد ۵۳' ج ۹ [2] مظاہرِ حق صد ۴۰۷' ج ۴

فصلِ سوم

۴۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَآ اَسْوَدَ اِلَّآ اَنْ تَفْضُلَہٗ بِتَقْوٰی رَوَاہُ اَحْمَدُ ۔(مسند احمد ص۱۸۹ ج ۵ رقم: (۲۱۴۶۴)

ترجمہ : حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تو سیاہ اور سرخ رنگ کے سبب بہتر نہیں ہے مگر تو ان دونوں میں کسی ایک سے فضیلت حاصل کر سکتا ہے تقویٰ سے۔

تشریح : سیاہ سے مراد اہل عجم ہیں اور سرخ رنگ سے مراد عرب ہیں اور مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ فضیلت کا مدار ظاہری رنگ اور صورت پر نہیں ہے اور نہ نسبت پر ہے کہ فلاں سیّد اور فلاں پٹھان ہے بلکہ افضل وہ ہے جو زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ[۱] (القرآن)

ترجمہ تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک مکرّم وہ ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہے ۔ مرقاۃ ص۵۳-۵۴، ج ۹

۴۳۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَھِدَ

---

[۱] سورۃ الحجرات پارہ ۲۶ ، آیت ۱۳

عَبْدٌ فِي الدُّنْيَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِي قَلْبِهٖ وَاَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ وَبَصَّرَهٗ عَيْبَ الدُّنْيَا وَدَآءَهَا وَدَوَآءَهَا وَاَخْرَجَهٗ مِنْهَا سَالِمًا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ (بیہقی ص۳۴۶۔ ۳۴۷، ج ۷ رقم: (۱۰۵۳۲)

ترجمہ: حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس بندہ نے دنیا میں زہد اختیار کیا (یعنی دنیا سے بے رغبتی کی) اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں حکمت پیدا کی اور حکمت کے ساتھ اس کی زبان کو گویا کیا اور دنیا کے عیوب اور اس کی بیماریاں اور ان بیماریوں کا علاج اس کو دکھایا اور نکالا اس کو حق تعالیٰ نے دُنیا اور آفات سے سالم دارالسلام کی طرف۔

تشریح: مشائخ اور بزرگانِ دین نے اسی حدیث کے پیش نظر فرمایا کہ زہد اللہ تعالیٰ کے راستے کا پہلا قدم ہے جس بندہ کو حق تعالیٰ اپنا بنانا چاہتے ہیں اس کے دل کو دنیا سے اُچاٹ یعنی بے رغبت کر دیتے ہیں۔ اگر دُنیا کی بے ثباتی اور فنائیت اور بے وفائی سمجھ میں آجائے کہ کس طرح بادشاہوں کو بھی چند گز کفن میں لپیٹ کر قبر میں کس بے کسی کی حالت میں لٹا دیتے ہیں تو دل دُنیا سے کبھی نہ لگے اور اللہ ایسے بندہ کو اس بے رغبتی (زہد) کی بدولت دُنیا کے فتنوں سے محفوظ فرما کر جنت میں داخل کرتا ہے۔

۴۴ ۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ

مَنْ اَخْلَصَ اللهُ قَلْبَهٗ لِلْاِیْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِیْمًا وَّ لِسَانَهٗ صَادِقًا وَّنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَّخَلِیْقَتَهٗ مُسْتَقِیْمَةً وَّجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَّعَیْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقِمْعٌ وَّاَمَّا الْعَیْنُ فَمُقِرَّةٌ لِّمَا یُوْعِی الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَهٗ وَاعِیًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ - مُسْنَدِ احمد صہ ۱۴۷ ، ج ۵ رقم (۲۱۳۶۸)، بیہقی صہ ۱۳۲، ج ۱ رقم (۱۰۸)

ترجمہ : حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے وہ شخص فلاح پا گیا جس کے دل کو اللہ تعالےٰ نے ایمان کے لیے خاص و مخصوص کر لیا اور اس کے دل کو (حسد بغض اور تمام اخلاقِ رذیلہ اور احوالِ بد سے) سالم رکھا اور اس کی زبان کو سچا اور راست گو بنایا اور اس کے نفس کو مطمئن اور اس کی خلقت اور طبیعت کو مستقیم اور سیدھا بنایا (یعنی باطل اور کجی کی طرف مائل نہ ہونے والی) اور اس کے کانوں کو حق بات کا سننے والا اور آنکھوں کو (دلائلِ وحدانیت) کا دیکھنے والا بنایا پس کان قیف ہیں اور آنکھ اس چیز کو قائم رکھنے والی ہے جس کو دل محفوظ رکھتا ہے اور تحقیق اس شخص نے فلاح پائی جس کے دل کو حق بات کا محافظ بنایا گیا

تشریح : اور اللہ تعالےٰ نے اس کے نفس کو مطمئن کیا یعنی اپنی محبت اور ذکر سے اطمینان عطا فرمایا۔ کان کو قیف سے تشبیہ دی گئی کیونکہ وہ حق بات کو سننے والے کے دل تک پہنچانے کا ذریعہ ہے (اور شکل بھی کان کی قیف کے

مشابہ ہے) اور جو دلائلِ توحید صرف دیکھنے سے متعلق ہیں وہ آنکھوں کے ذریعہ قلب تک پہنچتے ہیں اور فلاح پائی اس شخص نے جس کے قلب کو محفوظ کرنے والا بنایا یعنی جو دلائلِ توحید سُن کر یا دیکھ کر قلب تک پہنچتے ہیں ان کو جس کا قلب محفوظ کرلیتا ہے وہ فلاح پانے والا ہے۔

۴۵ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُعْطِي الْعَبْدَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مَعَاصِيْهِ مَا يُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ مُسند احمد ص۱۷۹ - ۱۸۰ ج ۴ رقم :(۱۷۳۱۹)

ترجمہ : حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو باوجود اس کے گناہ کرنے کے اس کو دنیا کی محبوب ترین چیزیں عطا فرماتا ہے تو سمجھ لے کہ یہ استدراج ہے (یعنی ڈھیل ہے اور مہلت) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت[1] فرمائی :

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝

ترجمہ : یعنی جب کا اس نصیحت کو بھول گئے جو اُن کو کی گئی تھی تو ہم نے

---

[1] سُورۃ الانعام پارہ ۷، آیت ۴۴

ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ وہ ان دی ہوئی چیزوں پر خوش ہو گئے پھر اچانک ہم نے عذاب میں گرفتار کر لیا اور وہ حیران رہ گئے۔

تشریح: استدراج کا مفہوم یہ ہے کہ کسی شئے کو کسی شئے تک آہستہ آہستہ پہنچا دینا جیسے سیڑھی کے بہت سے درجات ہوتے ہیں اور ان پر قدم رکھتے رکھتے آدمی دوسری منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب گنہگار نافرمان اپنی نافرمانی اور گناہ سے توبہ نہ کرے اور اس پر اللہ تعالے اس کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں کی بارش کرے اور یہ بے وقوف سمجھے کہ اللہ تعالے نے مجھ پر نعمتوں کے دروازے کھول دیئے اور توبہ سے غفلت بڑھتی جاوے پھر اس کو اللہ تعالے اچانک عذاب میں پکڑ لے تو اس کو اردو میں ڈھیل اور عربی میں استدراج کہتے ہیں۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (سورۃ الاعراف پارہ ۹، آیت ۱۸۲) حق تعالے فرماتے ہیں کہ ہم کافروں کو جہنم کی طرف آہستہ آہستہ اس طرح کھینچ رہے ہیں کہ ان کو اس کا علم نہیں ہے۔ (مرقات صہ ۵۶-۵۷ ج ۹)

۴۶۔ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قُلْتُ لِاَبِی الدَّرْدَاءِ مَالَكَ لَا تَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَؤُوْدًا لَّا يَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَاُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعَقَبَةِ۔ (شُعَبُ الایمان بیہقی)

ص۳۰۹، ج ۷ رقم: (۱۰۴۰۸) - حاکم ص ۵۷۴، ج ۴

ترجمہ: حضرت اُمِ درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مَیں نے ابودرداء رضی اللہ تعالےٰ سے کہا تم کو کیا ہُوا کہ تم مال اور منصب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب نہیں کرتے جس طرح سے فلاں فلاں لوگوں نے طلب کیا۔ ابودرداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ تمہارے سامنے ایک دشوار گھاٹی ہے اس سے وہ لوگ نہیں گزر سکتے ہیں جو گراں بار ہیں یعنی دُنیا کا بوجھ لادے ہُوئے ہیں اس لیے میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس گھاٹی پر چڑھنے کے لیے ہلکا رہوں اور دولت و منصب لے کر بھاری بوجھ اپنے اوپر نہ رکھوں۔

تشریح: دشوار گھاٹی سے مُراد موت اور قبر اور میدان محشر کے وہ ہولناک امور ہیں جن سے ہر انسان کو گزرنا ہے۔ (مرقاۃ) ۵۹--۶۰، ج ۹

۴۷۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ مِنْ اَحَدٍ یَمْشِیْ عَلَی الْمَآءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاہُ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَذٰلِکَ صَاحِبُ الدُّنْیَا لَا یَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ص۳۲۳ ج ۷ رقم: (۱۰۴۵۷)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا کوئی شخص پانی پر اس طرح چل سکتا ہے کہ اس کے پاؤں تر نہ ہوں صحابہؓ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! آپ نے

فرمایا یہی حال دُنیا دار کا ہے کہ گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا۔

تشریح: مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ مالداروں کو دنیا کی محبت سے نہایت اہتمام اور فکر سے بچنا چاہیے اور آخرت کو اپنی دنیا پر ترجیح دینی چاہیئے اور دنیا سے بے رغبتی اگر نہ ہوگی تو گناہ سے بچنا ناممکن ہوگا۔ دنیا کی دولت کا یہی نقصان کیا کم ہے کہ فقرا۔ جنت میں اغنیائ سے (مالداروں سے) پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے عَافَانَا اللّٰہُ مِنْهَا بِكَرَمِهٖ وَفَضْلِهٖ ۔ (مظاہر حق ص۱۱، ج ۴ ، مرقات ص۶۰ ج ۹)

ایک زاہد کی حکایت حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے کہ گناہوں سے بچنے کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی لوگوں نے کہا شہر کیوں نہیں آتا۔ کہا ؎

بگفت آنجا پریرویاں بتغنند
چو گل بسیار شد پیلاں بلغزند

زاہد نے کہا کہ شہر کیسے آؤں وہاں حسین حسین پری چہرہ والے نغمہ گاتے ہیں اور جب کیچڑ بہت زیادہ ہوجاتی ہے تو ہاتھی پھسل کر گر پڑتا ہے یعنی ایسے گندے ماحول میں انسان گناہ سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

تنبیہ: اس کا یہ مطلب نہیں کہ بال بچوں کے لیے شہر میں روزی کمانے کے لیے نہ جاوے مطلب یہ ہے کہ بدون سخت ضرورت ہرگز شہر نہ جاوے اور خلوت کو غنیمت سمجھے البتہ اگر ضروری کام سے جانا ہو۔ جب فارغ ہوجاوے فوراً اپنے گھر آجاوے اور اللہ تعالےٰ کے نیک بندوں کی صحبت

میں بیٹھ جاوے یا اللہ والوں کی کتاب کا مطالعہ کرنے لگے اور ذکر اللہ و تلاوت ونوافل پڑھے۔ گندے ماحول کے اثرات ان مذکورہ تدبیروں سے ختم ہوجاتے ہیں اور اپنے دنیا کے کاموں کے وقت بھی زبان کو ذکر اللہ سے تر رکھیں۔ ان شاء اللہ تعالےٰ نور ہی نور پیدا ہوگا۔

۴۸، وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ - شرح السنة صہ ۲۸۵ ، ج ۷ رقم (۳۹۳۱) حلیۃ صہ ۱۵۳ ج ۲ رقم (۱۷۷۸)

ترجمہ: حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مجھ کو وحی کے ذریعہ یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مال کو جمع کروں یا تجارت کروں بلکہ وحی کی گئی ہے کہ تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں ہو اور اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو موت آجاوے۔

تشریح: حضرت جبیر بن نفیر تابعی ہیں۔ یہ حدیث مرسل ہے حدیث مرسل کی تعریف یہ ہے کہ تابعی کوئی روایت کرے اور صحابی کا واسطہ نہ ذکر کرے۔ سجدہ کرنے والوں سے ہو یعنی نمازیوں میں سے ہو یقین کا ترجمہ

اور اس کی مُراد باتفاق مفسرین موت ہے ۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ تمام عمر تسبیح تحمید۔ عبادت بالخصوص نماز کے ساتھ شغف اور استغراق رکھوں اور آخر عمر تک اس میں مشغول رہوں پھر اس مشغولی کے ساتھ تجارت اور امور خرید و فروخت کا موقع کہاں ۔ (مظاہر حق) صد ۱۲، ج ۴

۴۹ ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَۃِ وَسَعْیًا عَلٰی اَھْلِہٖ تَعَطُّفًا عَلٰی جَارِہٖ لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ وَجْھُہٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِیًا لَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ ۔ بیہقی صد ۲۹۸، ج ۷ رقم (۱۰۳۷۴)، حلیۃ صد ۲۱۵ ج ۸ ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو شخص جائز طور پر دنیا حاصل کرے سوال کی ذلت سے بچنے کے لیے، اہل و عیال پر خرچ کرنے کے لیے اور ہمسایہ کے ساتھ احسان کرنے کی نیت سے قیامت کے دن وہ اللہ تعالےٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا اور جو شخص جائز طور پر دُنیا حاصل کرے اس نیت سے کہ مال

زیادہ کرے اور اظہارِ فخر کرے اور لوگوں کو دکھا دے تو وہ اللہ تعالے سے اس حالت میں ملے گا کہ حق تعالے اس پر غضبناک ہوں گے۔

تشریح: جب مال زیادہ کرنے اور فخر کے لیے اور لوگوں کو دکھانے کے لیے حلال طور پر کمانے والے کا یہ حشر ہوگا تو پھر حرام طور پر کمانے والوں کا کیا حشر ہوگا یا نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلّم نے اس لیے حرام کمانے والے کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ یہ شیوہ اہل اسلام کا نہیں (مظاہر حق صد۱۳، ج ۴)

۵۰۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ جَعَلَهٗ فِي الْمَآءِ وَالطِّيْنِ ۔ شُعَبُ الْإِيْمَانِ لِلْبِيهقی صد۳۹۴ ج ۷، رقم (۱۰۷۱۹)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلّم نے کہ جب بندہ کے مال میں برکت نہ دی جائے تو وہ اس کو پانی اور مٹی میں خرچ کرتا ہے یعنی عمارت بنانے میں

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو عمارت ضرورت سے زائد بنائی جاوے (اور جو عمارت اپنے رہنے کے لیے ہو یا کرایہ کی آمدنی کے لیے ہو وہ ضرورت میں شامل ہے (مظاہر حق)

۵۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَاِنَّهٗ اَسَاسُ الْخَرَابِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ بیہقی صد۳۹۴ ج ۷، رقم: (۱۰۷۲۲)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرام مال کو عمارتوں میں لگانے سے اپنے آپ کو بچاؤ حرام مال کا لگانا عمارتوں میں خرابی کی جڑ ہے

تشریح "خرابی کی جڑ ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی خرابی کی جڑ ہے اور احتمال رکھتا ہے کہ عمارت کی خرابی مراد ہو اور بعض شرحوں میں یہ بھی مراد لیا گیا ہے کہ مکان بنانے کے بعد اس میں خدا کی نافرمانی نہ کرو اور جو عمارت کہ اس میں فسق (نافرمانی) ہو آخر کو خراب ہوتی ہے۔ (مظاہر حق صہ ۱۵۷، ج ۴)

۵۲ ۔ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ مسند احمد صہ ۷۹، ج ۶ رقم (۲۴۴۷۳) بیہقی صہ ۳۷۵، ج ۷ رقم (۱۰۶۳۸)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دُنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہیں اور دُنیا مال ہے اس شخص کا جس کا (آخرت میں) مال نہیں اور مال وہی شخص جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں۔

تشریح چونکہ دُنیا فانی ہے اور سکون کی زندگی دُنیا میں ممکن نہیں پس جس

نے کہ دُنیا کو اپنا گھر سمجھا اور آخرت کو بھول گیا اس کا گھر آخرت میں نہیں رہا اور اگر مال کو بجائے حق تعالےٰ کی خوش نودی کی راہ میں صرف کرنے کے اپنی عیاشیوں اور نفسانی لذتوں میں صرف کیا تو اس کا مال صرف دنیا ہے آخرت میں اس کا حصہ کچھ نہ رہا اور بعض حواشی میں لکھا ہے کہ مرادِ حدیث یہ ہے کہ دُنیا کے گھر کو گھر نہ کہنا چاہیئے۔ یہاں کے مال کو مال نہ کہنا چاہیئے اس سبب سے کہ دُنیا فانی اور حقیر ہے اور مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دُنیا اس کا گھر ہے جس کے لیے آخرت میں گھر نہ ہو یعنی دنیا کو اپنا اصلی گھر سمجھ کر دُنیا کی زندگی سے مطمئن ہو گیا اور گمان کیا مال جمع کر کے، کہ یہ باقی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا (سورۃ یونس پارہ ۱۱ آیت) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کی ملاقات پر یقین نہیں رکھتے دُنیا کی زندگی سے خوش ہو گئے اور اسی (فانی) زندگی سے مطمئن ہو گئے اور فرمایا حق تعالےٰ نے کہ: یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ [1] ○ (ترجمہ) بندہ گمان کرتا ہے کہ یہ مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔

خلاصہ یہ کہ دُنیا کا گھر اور دنیا کا مال اس قابل نہیں ہے کہ اس کو گھر اور مال کہا جاوے اور مقصد دُنیا کا رُتبہ گرانا ہے اس شخص کی نظر سے جس کے لیے آخرت قرارگاہ اور مال ہے۔ (مظاہر حق، صہ ۱۵-۱۶، ج ۴)

---

[1] سورۃ الھمزۃ پارہ ۳۰، آیت ۳

۵۳ وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهِ اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ وَالنِّسَآءُ حَبَآئِلُ الشَّيْطٰنِ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ قَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اَخِّرُوا النِّسَآءَ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ رَوَاهُ رُزِيْنٌ[1] وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِنْهُ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا حُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ ۔ (بیہقی صہ ۳۳۸ ج ۷ رقم (۱۰۵۰۱) رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ صہ ۴۴۴، ج ۲)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ شراب پینا گناہوں کا مجموعہ ہے اور عورتیں شیطان کے جال ہیں اور دُنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے (کیونکہ جو گناہ انسان کرتا ہے دنیا کی محبت کے سبب سے کرتا ہے) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرمایا عورتوں کو پیچھے ڈالو جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے عورتوں کو پیچھے ڈالا۔

تشریح: دنیا کو جس شخص نے دوست رکھا اس کو کوئی ہدایت کا راستہ دکھانے والا ہدایت نہیں دے سکتا اور جس نے دُنیا کو دوست نہیں رکھا اس کو کوئی مُفسد گمراہ نہیں کر سکتا۔ دنیا کی محبت ہی سے تمام گناہ کیے جاتے ہیں۔

---

[1] ذَكَرَهُ رزين كَمَا فِي "مُسْنَدِ الشِّهَاب" (۲/۶)

عورتوں کو پیچھے ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کے ذکر کو مردوں سے پیچھے رکھا ہے اسی طرح جماعت میں ان کو پیچھے رکھا اسی طرح گواہی میں اور فضل اور رُتبہ میں اللہ تعالےٰ نے ان کو مردوں سے کم تر اور پیچھے رکھا پس حق تعالےٰ نے جن باتوں میں عورتوں کو پیچھے رکھا ہے ان باتوں میں ان کو آگے نہ کرو۔

اور شراب گناہوں کا مجموعہ ہے اس کی تشریح میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت مرفوعاً پیش ہے

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَوَاحِشِ وَاَکْبَرُ الْکَبَائِرِ مَنْ شَرِبَهَا وَقَعَ عَلٰی اُمِّهٖ وَخَالَتِهٖ وَعَمَّتِهٖ ۔ الطبرانی فی "الکبیر" ۱۱/۱۱۳۷۲ والاوسط رقم (۳۱۵۰) الجامع الصغیر صـ۲۵۲ ج ۲ رقم (۴۱۴۱)

ترجمہ : شراب جڑ ہے تمام بے حیائیوں کی اور بہت بڑا گناہ ہے تمام بڑے گناہوں سے جس نے شراب پی وہ جماع کرتا ہے اپنی ماں سے اور اپنی خالہ سے اور اپنی پھوپھی سے۔

حکایت ہے کہ ایک شخص سے بُت کو سجدہ کرنے کے لیے کہا گیا اس نے انکار کیا پھر اس کو کسی کے قتل کو کہا گیا اس نے انکار کیا پھر اس کو زنا کے لیے کہا گیا اس نے انکار کیا پھر اس کو شراب کے لیے کہا گیا پس اس نے شراب پی لی پھر جب نشہ سے مست ہوا تو اس نے سب وہ کام کر ڈالے جس سے اوپر انکار کیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہ تینوں گناہ شراب، عورت (اجنبیہ) حبِ دُنیا ایسے سنگین ہیں کہ ان کے سبب بہت سے گناہوں میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ ہم سب کو محفوظ فرماویں ۔ آمین

۵۴ ، وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰی اُمَّتِی الْھَوٰی وَ طُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْھَوٰی فَیَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَیُنْسِی الْاٰخِرَۃَ وَھٰذِہِ الدُّنْیَا مُرْتَحِلَۃٌ ذَاھِبَۃٌ وَھٰذِہِ الْاٰخِرَۃُ مُرْتَحِلَۃٌ قَادِمَۃٌ وَلِکُلِّ وَاحِدَۃٍ مِّنْھُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَکُوْنُوْا مِنْ بَنِی الدُّنْیَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّکُمُ الْیَوْمَ فِی دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِیْ دَارِ الْاٰخِرَۃِ وَلَا عَمَلَ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ ۔ ص ۳۷۰ ج ۷ رقم (۱۰۶۱۶)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جن سے مجھ کو اپنی اُمّت پر بڑا خوف ہے ایک تو خواہشِ نفس اور دوسرے درازیِ عمر کی آرزو نفس کی خواہش حق بات قبول کرنے سے روکتی ہے اور درازی عمر کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے اور یہ دنیا کوچ کرنے والی جانے والی ہے اور آخرت آگے بڑھنے والی اور آنے والی ہے اور ان دونوں میں سے یعنی دُنیا اور آخرت سے ہر ایک کے بیٹے ہیں (یعنی تابع اور محکوم اور رغبت

کرنے والے ہیں) اگر تم سے یہ ہوسکے کہ تم دُنیا کے بیٹے نہ بن سکو تو ایسا کرو یعنی دُنیا کے بیٹے گری سے نکل جاؤ اور تابع اور غلام دُنیا کے نہ بنو اور آج تم دار العمل (عمل کے گھر) میں ہو اور دُنیا میں عمل کا حساب نہیں لیا جاتا لیکن کل تم آخرت کے گھر میں ہوگے جہاں عمل نہیں ہے۔

تشریح: روایت[1] ہے حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا اپنے اعمال کا حساب کرو قبل اس کے کہ قیامت کے دن تم سے حساب لیا جاوے خواہشِ نفس اور دراز ی عمر کی آرزو یہ دو بڑے فتنے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ فرمایا کہ ان کے سبب انسان اعمالِ آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔

ان دونوں فتنوں سے نجات کے طریقے اور تدابیر جو دوسری احادیث شریفہ سے معلوم ہوتے ہیں یہ ہیں۔

۱ ۔ تلاوتِ قرآنِ پاک میں ناغہ نہ کیا جاوے۔

۲ ۔ موت کو کثرت سے یاد کیا جاوے اور روح نکلنے سے قبر کی تنہائی اور میدانِ حشر اور دوزخ کی آگ تک کے واقعات کو تفصیل کے ساتھ گہری فکر سے سوچنا۔

۳ ۔ اللہ تعالٰے سے محبت کرنے والوں کی صحبت میں کثرت سے

---

[1] ترمذی : اَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيٰمَةِ صہ ۲، ج ۲ ۔ شرح السّنۃ صہ ۳۳۳، ج ۷، رقم (۴۰۱۲)

حاضری دینا حدیث شریف[1] وارد ہے کہ ہر شے کے لیے معدن ہے اور تقویٰ کا معدن (خزانہ یا کان) اللہ کے پہچاننے والوں کے دل ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ان کی صحبت سے تقویٰ کی نعمت حاصل ہوگی اور حق تعالیٰ شانہٗ نے کُوْنُوْا مَعَ[2] الصّٰدِقِیْنَ کے حکم میں اسی صحبتِ اہل اللہ کی ضرورت بیان فرمائی ہے۔

صادقین سے مُراد مشائخ اور بزرگانِ دین ہیں۔

۵۵۔ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَّارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَّلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجَمَةِ : بَابٌ فِي الْاَمَلِ وَطُوْلِهٖ

(صہ ۹۴۹، ۹۵۰، ج ۲)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ دُنیا کوچ کیے ہوئے پشت اِدھر کیے

---

[1] "لِكُلِّ شَيْءٍ مَعْدَنٌ، وَمَعْدَنُ التَّقْوٰى قُلُوْبُ الْعَارِفِيْنَ"، الجامع الصغیر ج ۲، صہ ۴۴۹ رقم (۷۳۲۰)، شعب الایمان للبیہقی صہ ۱۵۹ ج ۴ رقم (۴۶۵۱)، فیض القدیر صہ ۳۶۵ ج ۵ رقم (۷۳۲۰) مجمع الزوائد صہ ۴۷۴ ج ۱۰ رقم (۱۷۹۴۴) الطبرانی فی "الکبیر" رقم (۱۳۱۸۵)   [2] سورۃ التوبۃ پارہ ۱۱، آیت ۱۱۹

ہوتے چلی جارہی ہے اور آخرت منہ ادھر کیے ہوئے چلی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں (یعنی تابع اور غلام اور رغبت کرنے والے) پس تم آخرت کے بیٹے بنو یعنی چاہنے والے آخرت کے بنو اور دُنیا کے بیٹے نہ بنو۔ آج عمل کا دن ہے اور کوئی حساب نہیں اور کل حِساب کا دن ہے وہاں کوئی عمل نہیں۔ (بخاری)

تشریح: یہ حدیث موقوف ہے اور حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی مرفوع ہے اور مضمون دونوں کے واحد ہیں۔

"آخرت کے بیٹے بنو اور دُنیا کے بیٹے نہ بنو" کا مفہوم یہ ہے کہ جس دُنیا سے آخرت کا نقصان ہو اس کو ترک کر دو۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ الاٰية حق تعالےٰ فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے بغیر اپنے نفس کی خواہشات کی غلامی کرتا ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کو مطلقاً چھوڑنا مامور اور مطلوب نہیں بلکہ جو نعمتیں حلال ہیں اور ان کے استعمال کی حق تعالےٰ نے اجازت دی ہے ان کے علاوہ حرام اور منع کی ہوئی لذتوں کو استعمال کرنا ممنوع اور واجب الترک ہے۔ اسی آیت سے رہبانیت کا بھی قلع قمع ہوتا ہے کیونکہ کافر اور مشرک ترک دُنیا کر کے اس طرح جوگی اور سادھو بنتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالےٰ کی ہدایت والی اجازت دی

سُورۃ القصص پارہ ۲۰، آیت ۵۰

ہوئی نعمتوں کو بھی اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دُنیا اس نیّت سے حاصل کی جاوے جس سے آخرت کے کاموں میں اعانت اور قوّت ہو۔ تو وہ دنیا بھی دین بن جاتی ہے۔ حکایت ہے کہ ایک بزرگ مالدار تھے گھوڑے نوکر چاکر سب کچھ تھے ایک طالب علم مرید ہونے آیا یہ ٹھاٹ امیری دیکھ کر بدگمان ہوا اور دل میں کہا ؎

نہ مرد آن ست کہ دُنیا دوست دارد

ترجمہ: مردِ کامل وہ نہیں ہے جو دنیا کو دوست رکھتا ہے۔

رات کو خواب میں دیکھا کہ اس فقیر کو لوگ پکڑے ہوئے ہیں اور اپنا قرضہ مانگ رہے ہیں میدانِ حشر ہے یہ بزرگ گھوڑے پر سوار قریب سے گذرے ٹھہر گئے اور اس کا قرضہ ادا کیا اور فرمایا کہ فقیر کو تنگ نہیں کیا کرتے آنکھ کھلی نادم ہوا۔ پھر حاضرِ خدمت ہوا۔ ان بزرگ کو بھی کشف سے اس کا حال معلوم ہوا۔ فرمایا کیا مصرعہ پڑھا تھا۔ ندامت کے ساتھ عذر کیا۔ مگر اصرار پر پڑھنا پڑا ؎

نہ مرد آن ست دنیا دوست دارد

شیخ نے فرمایا اس میں دوسرا مصرعہ میری طرف سے لگالو ؎

اگر دارد. برائے دوست دارد

یعنی اللہ والے اگر دُنیا بھی رکھتے ہیں تو اپنے دوست یعنی اپنے مولٰی ہی کے لیے رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ ہی کی خوشنودی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

اور نافرمانی کی راہ سے بچتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں یہ حدیث اس مضمون کی تائید کرتی ہے۔

لَابَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ [1] (احمد)

ترجمہ: نہیں مضر ہے مالداری اس شخص کو، جو اللہ تعالیٰ عزّوجلّ سے ڈرتا ہے۔

پس دُنیا سانپ ہے اور تقویٰ اس کا منتر ہے اگر دُنیا کا سانپ پالنا ہے تو پہلے تقویٰ دل میں حاصل کرے ورنہ یہ سانپ ڈس لے گا۔

۵۶۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَیْھَا مَلَکَانِ یُنَادِیَانِ یُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ یٰاَیُّھَا النَّاسُ ھَلُمُّوْا اِلٰی رَبِّکُمْ مَا قَلَّ وَکَفٰی خَیْرٌ مِّمَّا کَثُرَ وَاَلْھٰی رَوَاھُمَا اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ۔

(حلیۃ ۹/۶۰، مجمع الزوائد ۳/۱۲۵، حاکم ۲/۴۴۵، شرح السنّۃ صہ۲۹۲ ج ۷ رقم (۳۹۴۰)

ترجمہ: حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے دونوں پہلوؤں میں دو فرشتے ہوتے ہیں جو پکارتے اور مخلوقات کو سناتے ہیں ان کے پکارنے کی آواز کو ساری مخلوق سنتی ہے مگر جن اور انسان نہیں سنتے (وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ) اے لوگو! اپنے پروردگار کی طرف

---

[1] مسند احمد صہ۴۳۵ ج ۵ رقم (۲۳۲۲۰)

رجوع کرو اور جان لو کہ جو مال کم ہو اور کافی ہو اس مال سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور لہو ولعب میں ڈالے یعنی اللہ تعالےٰ کی عبادت سے باز رکھے۔

تشریح: جن اور انسان نہیں سنتے تاکہ ایمان بالغیب کا اجر ان کے لیے ثابت ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد کی تنبیہ ان کے لیے کافی ووافی ہے۔

۷۵۔ وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَّيَقْضِيْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَافِيْرِهٖ فِي النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِّنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُعْرَضُوْنَ عَلٰى اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ۔ رقم (۴۲۹)

ترجمہ حضرت عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ دیا اور فرمایا خبردار دنیا ایک غیر قائم پونجی ہے اس میں سے نیک بھی کھاتا ہے اور بد بھی اور آخرت ایک مدت ہے سچی یعنی متحقق وثابت اور آخرت میں ہر قسم کی قدرت رکھنے والا بادشاہ حکم اور فیصلہ کرے گا خبردار تمام بھلائیاں اپنی انواع واقسام کے ساتھ جنت

میں ہیں خبردار تمام بُرائیاں اپنی انواع واقسام کے ساتھ دوزخ میں ہیں۔ پس تم عمل کرو اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو اور اس بات کو یاد رکھو کہ تم کو تمہارے اعمال کے ساتھ اللہ کے سامنے پیش کیا جاوے گا۔ پس جو شخص ذرہ برابر نیک کام کرتا ہے وہ اس کی جزا۔ پاتے گا اور جو شخص ذرہ برابر بُرا کام کرتا ہے وہ اس کی سزا پاتے گا۔

تشریح: اس حدیث شریف سے آخرت کی فکر اور اعمالِ صالحہ کرنے اور اعمال سیّئہ سے بچنے کا اہتمام کرنے کا سبق اُمّت کو دیا گیا ہے۔

۵۸۔ وَعَنْ مَالِكٍ اَنَّ لُقْمٰنَ قَالَ لِابْنِهٖ یَا بُنَیَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَیْهِمْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَی الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا یَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِ اسْتَدْبَرْتَ الدُّنْیَا مُنْذُ كُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِیْرُ اِلَیْهَا اَقْرَبُ اِلَیْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا

رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ صہ ۴۴۵ ج ۲

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! جس چیز کا وعدہ لوگوں سے کیا گیا ہے (یعنی مُردوں کا زندہ کر کے اُٹھایا جانا حساب کتاب عذاب و ثواب وغیرہ) اس پر کافی مدّت گذر چکی ہے (یعنی آفرینشِ دُنیا سے آج کے دن تک) حالانکہ لوگ آخرت کی طرف تیزی سے چلے جا رہے ہیں اور اے بیٹا! جس روز سے کہ تو پیدا ہُوا ہے دُنیا کو پیچھے چھوڑتا چلا آتا ہے

اور آخرت کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور وہ گھر جس کی طرف تو جا رہا ہے زیادہ قریب ہے تجھ سے اس گھر سے جس سے تو جا رہا ہے۔

تشریح اپنے بیٹے سے خطاب کیا مگر مخاطب تمام لوگ ہیں چلنے والا ہر قدم میں منزل سے قریب ہوتا رہتا ہے پس انسان دُنیا میں پیدا ہونے کے بعد ہر وقت آخرت سے قریب ہو رہا ہے اور دُنیا سے دُور ہو رہا ہے پس جس سے دُور ہو رہا ہے اس کی محبت اور فکر اتنی کیوں کرے کہ آخرت خراب ہو۔

قدم سُوئے مرقد نظر سُوئے دُنیا
کہاں جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

۵۹ ر وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهٗ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّقِيُّ التَّقِيُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ ابنِ ماجۃ : بَابُ الْوَرَعِ وَالتَّقْوٰى صـ ۳۱۱ ، بیهقی صـ ۲۰۵ ج ۴ رقم (۴۸۰۰)

ترجمہ : حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون شخص بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر مخموم دل کا اور سچا زبان کا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا زبان کے سچے کو

توہم جانتے ہیں مخموم دل سے کیا مُراد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مخموم دل وہ ہے جو پاک ہو پرہیزگار ہو کوئی گناہ اس پر نہ ہو ظلم نہ کیا ہو حد سے نہ گذرا ہو اور کینہ و حسد اس میں نہ ہو۔

تشریح: مخمومُ القلب یعنی جس کا قلب سلیم ہو جیسا کہ حق تعالےٰ نے ارشاد فرمایا: اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ[1] ○ ترجمہ: مگر وہ شخص جو اللہ تعالےٰ کے پاس صاف اور پاک دل لے کر آیا۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم خود عرب تھے عربی زبان اور فصاحت و بلاغت شعر و شاعری میں کمال رکھتے تھے مگر اُمّی رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حق تعالےٰ شانہٗ ایسے الفاظ بیان کراتے تھے کہ حضراتِ صحابہ سمجھنے سے قاصر ہوتے اور ان کے معانی دریافت کرنے پر مجبور ہوتے ے

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست
کتب خانۂ چند ملت بشست

ترجمہ: وہ یتیم اُمّی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ ابھی قرآن پورا اُن پر نہ اُترا تھا کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ[2] الخ نازل ہوتے ہی تمام سابقہ آسمانی صحیفے اور کتب منسوخ قرار دیدیئے گئے۔ مقامِ رسالت کو سمجھنے کے لیے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشادات مُحیّرُ العقول (لغۃً و معنًا) کافی ہیں سلیمُ العقول

---

[1] سورۃ الشعراء پارہ ۱۹ ، آیت ۸۹
[2] سورۃ العلق پارہ ۳۰ ، آیت ۱

انسانوں کے لیے اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ قلب کی صفائی اور اصلاحِ نفس جو بزرگانِ دین کے یہاں اہتمام سے کی جاتی ہے اس کی کس قدر اہمیّت ہے اور آج کل اس سے کس قدر غفلت ہے۔

۶۰۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَافَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَّصِدْقُ حَدِيْثٍ وَّحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَّعِفَّةٌ فِىْ طُعْمَةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ مسند احمد ص ۲۳۹، ج ۲ رقم (۶۶۶۱) بیہقی ص ۳۲۱ ج ۴ رقم (۵۲۵۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا چار باتیں ہیں اگر وہ تجھ میں پائی جائیں تو دُنیا کے فوت ہونے کا کوئی غم نہیں ہے۔

ایک تو امانت کی حفاظت کرنا۔

دوسری سچّی بات کہنا۔

تیسرے اخلاق کا اچھا ہونا۔

چوتھے کھانے میں احتیاط و پرہیز گاری۔

تشریح: یعنی اگر دُنیا کی کسی نعمت کے فوت ہونے سے نفس کی اصلاح ہوئی اور مذکورہ خصائلِ حمیدہ نفس میں پیدا ہوئے تو پھر کوئی غم نہیں برعکس اس کے کہ دُنیا کی دولت، دل میں کدورت اور آخرت سے غفلت پیدا کرے

تو اس دُنیا سے اس کا فوت ہونا ہی اچھا ہے (مظاہر حق صد ۲۳۷ ج ۴)

۶۱۔ وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ قِيْلَ لِلُقْمٰنَ الْحَكِيْمِ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرٰى يَعْنِى الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَ اَدَآءُ الْاَمَانَةِ وَتَرْكُ مَالَا يَعْنِيْنِيْ رَوَاهُ فِي الْمُؤَطَّا ۔

(صد ۳۲۷ مَاجَاءَ فِي الصِّدْقِ وَالْكِذْبِ ۔)

ترجمہ: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھ کو معلوم ہے کہ لقمان حکیم سے یہ پوچھا گیا کہ جس مرتبہ پر ہم تم کو دیکھ رہے ہیں کس چیز نے تم کو اس پر پہنچایا؟ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا زبان کی سچائی نے اور امانت نے اور فضول و بے فائدہ چیزوں کو ترک کر دینے نے۔

تشریح: حضرت لقمان علیہ السلام حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان کی خالہ کے بیٹے ہیں اور علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ وہ حکیم اور ولی تھے اور روایت ہے کہ انھوں نے ایک ہزار پیغمبروں کی خدمت اور شاگردی کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت ہے کہ حضرت لقمان پیغمبر نہ تھے اور نہ بادشاہ تھے ایک غلام کالے تھے بکریاں چراتے تھے حق تعالٰے نے ان کو اپنا مقبول بنایا اور حکمت اور جوانمردی اور عقل دی اور اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے (مظاہر حق[1])

---

[1] مظاہر حق صد ۲۳۷ ج ۴

۶۲۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِیْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِیْءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصَّلٰوةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذٰلِكَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ بِكَ الْیَوْمَ اٰخُذُ وَبِكَ اُعْطِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ كِتَابِهٖ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۝

مسند احمد ص ۳۸۰ ج ۲ رقم (۸۷۶۳)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اعمال آئیں گے خداوند بزرگ و برتر کے حضور میں، پس آتے گی نماز سب سے پہلے اور کہے گی اے پروردگار میں نماز ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے گا تو بھلائی پر ہے۔ پھر صدقہ آتے گا اور کہے گا اے اللہ میں صدقہ ہوں حق تعالےٰ فرماتے گا تو بھلائی پر ہے۔ پھر روزے آئیں گے اور کہیں گے اے رب ہم روزے ہیں۔ اللہ جل شانہ فرماتے گا تم بھلائی پر ہو۔ پھر اور اعمال آئیں گے (یعنی حج زکوٰۃ جہاد وغیرہ) اور اسی طرح اپنے آپ کو بتائیں گے اور اللہ تعالےٰ جواب میں فرماتے گا تم بھلائی پر ہو اور پھر اسلام آتے گا

اور کہے گا اے پروردگار تیرا اسلام نام ہے اور میں اسلام ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا تو البتہ بھلائی پر ہے تیری ہی وجہ سے میں آج مواخذہ کروں گا اور تیرے ہی سبب دوں گا (یعنی مواخذہ کروں گا عذاب کے ساتھ اور عطا کروں گا ثواب) چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے : وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥[1] (یعنی جو شخص اسلام کے سوا کسی دین کو طلب کرے اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے)

تشریح : اس حدیث شریف میں اعمال کا پیش ہونا یا تو اس طرح ہوگا کہ حق تعالےٰ اعمال کو اچھی صورت عطا فرما دیں گے جیسا کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے یا حق تعالےٰ اپنی قدرت سے اعمال کو حاضر کر کے ان کو زبان سے بولنے کی طاقت عطا فرمائیں گے (مظاہر حق[2])

۶۳ر وَعَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِىِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِىْ وَاَوْجِزْ فَقَالَ اِذَا قُمْتَ فِىْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَّلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَّاَجْمِعِ الْاِيَاسَ مِمَّا فِىْ اَيْدِى النَّاسِ - مسند احمد صد ۴۱۲ ج ۵ رقم (۲۳۵۵۹) - ابن ماجة: بَابُ الْحِكْمَة صد

---

[1] سورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۸۵ [2] مظاہر حق صد ۲۴ - ۲۵ ج ۴ -

ترجمہ: حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا مجھ کو نصیحت فرمایئے اور مختصر فرمایئے۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو نماز پڑھے تو اس شخص کی سی نماز پڑھ جو خدا کے سوا سب کو چھوڑ دینے والا ہے اور کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکال جس پر کل کو (قیامت میں) تجھے عذر خواہی کرنی پڑے اور جو چیز لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے نا اُمید ہو جانے کا پختہ ارادہ کرلے۔

تشریح: ایک مفہوم تو "فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ" کا وہ ہے جو اوپر ترجمہ میں مذکور ہے یعنی دل کو دُنیا سے خالی کرکے حق تعالےٰ کی طرف بالکل متوجہ ہوکر نماز ادا کرو اور دوسرا مفہوم یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی نماز پڑھو جس طرح کسی کو معلوم ہو جاوے کہ یہ آخری نماز ہے اور اس کے بعد موت ہے پھر دوسری نماز کا موقع نہ ملے گا تو آدمی کس قدر دل لگا کر اس آخری نماز کا حق ادا کرے گا پس ہر نماز میں عقلاً اس کا امکان تو موجود ہے کہ دوسری نماز تک زندگی کا کیا بھروسہ! اس لیے ہر نماز میں نیت کے وقت یہ تصور کرلے کہ شاید یہی نماز ہماری آخری نماز ہو اور دوسری نماز تک شاید زندہ نہ رہوں اس طرح سے آدمی بہت عُمدہ نماز ادا کرنے کی کوشش کرے گا۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ ہر لفظ کو بولنے سے پہلے سوچ کر بولو کیونکہ لفظ نکالنے سے پہلے اختیار ہوتا ہے کہ نہ بولے اور بولنے کے بعد اگر وہ غلط

ہوا تو معذرت اور شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔

تیسری نصیحت یہ ہے کہ دنیا والوں کے مال اور دولت سے اپنی اُمید اور لالچ کو ختم کر دے۔ (مظاہر حق) ص۲۷، ج ۴

۶۴۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَاكِبٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا رَوَى الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ أَحْمَدُ۔ مسند احمد ص۲۴۸ ج۵ رقم (۲۲۱۱۳)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ فرمایا تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اُن کو نصیحتیں کرتے ساتھ چلے اور معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی سواری پر سوار چل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پیدل۔ جب آپ ﷺ نصائح وہدایات سے فارغ ہو گئے تو فرمایا معاذ! اس سال کے بعد شاید تو مجھ سے ملاقات نہ کر سکے اور ممکن ہے تو میری اس مسجد

اور میری قبر سے گذرے یہ سن کر معاذ رضی اللہ عنہ رو پڑے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے فراق کے غم میں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے منہ پھیرا اور مدینہ کی طرف رُخ کر کے فرمایا مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہیں جو پرہیز گار ہیں خواہ وہ کوئی ہوں یعنی کسی ملک اور کسی قوم کے ہوں اور کہیں ہوں۔

تشریح اس حدیث شریف سے معلوم ہوا جو پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہے اگرچہ کسی ملک کا باشندہ ہو یا کسی قوم کا ہو قریب ہونے کے دو مفہوم ہیں یا تو میری شفاعت سے قریب ہوں گے یا مرتبہ کے لحاظ سے میرے قریب ہوں گے اور تقویٰ والی زندگی بزرگانِ دین کی صحبت سے ملتی ہے۔ تیرنے کی کتاب پڑھ کر کوئی تیر نہیں سکتا جب تک کسی پُرانے تیرنے والے کی صحبت میں تیرنا نہ سیکھے۔ اسی طرح کتابوں سے تقویٰ نہیں ملتا جب تک کسی متقی بندہ کی صحبتِ طویل نہ حاصل ہو۔ تقویٰ کی برکت سے حضرت اویس قرنیؒ یمن میں رہتے ہوئے کس درجہ کو پہنچے اور ترکِ تقوی کے سبب بعض اشرافِ مکّہ کیسے بد بخت ہوئے۔ پس اُمّت کو اس حدیث میں تقویٰ کی ہدایت ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ھٰذِہِ النِّعْمَۃَ (خلاصہ مظاہر حق) صد ۷۲۸، ۷۲۹ ج ۴۔

۶۵۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمِ التَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ ۔ بیہقی ص۳۵۲ ج ۷ رقم (۱۰۵۵۲) حاکم ۴ / ۳۱۱

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ[1] (یعنی اللہ تعالےٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کشادہ کردیتا ہے) پھر فرمایا جب نور سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہوجاتا ہے پوچھا گیا یا رسول اللہ ! کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جاسکے ۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور وہ نشانی غرور کے گھر (یعنی دُنیا) سے دور ہونا آخرت کی طرف رجوع کرنا اور مرنے سے پہلے مرنے کے لیے تیار ہوجانا ہے ۔

تشریح : اس حدیث شریف میں سینے کے اندر نورِ ہدایت داخل ہونے کی تین علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں ۔

---

[1] سُورۃ الانعام پارہ ۸ ، آیت ۱۲۵

۱۔ دُنیا سے دل کا اُچاٹ ہو جانا۔

۲۔ آخرت کی طرف متوجہ ہونا۔

۳۔ موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔

انہیں علامات سے ہر آدمی فیصلہ کرے کہ وہ ہدایت پر ہے یا نہیں۔

آں چُناں کہ گفت پیغمبر ز نور

کہ نشانش آں بود اندر صدور

کہ تجافی جوید از دار الغرور

ہم انابت آرد از دار السرور

ترجمہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینے کے اندر نور کے داخل ہونے کی نشانی یہ فرمائی کہ وہ اس جہان سے جو دھوکہ کا گھر ہے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے اور آخرت جو خوشی کا گھر ہے اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نور جب دل میں داخل کیا جاتا ہے تو سینہ کشادہ ہو جاتا ہے۔

در فراخِ عرصۂ آں پاک جاں

تنگ آید عرصۂ ہفت آسماں

ترجمہ: مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی جان میں حق تعالیٰ کے تعلقِ خاص کی برکت سے اس قدر فراخی اور کشادگی اور وسعت ہوتی ہے کہ اس کے سامنے سات آسمان کی وسعت ہیچ ہوتی

ہے یہ قلب حقیقت میں عرشِ رب ہے جیسے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے ؎

لَا یَسَعُنِیۡ اَرۡضِیۡ وَلَا سَمَآءِیۡ وَلٰکِنۡ یَّسَعُنِیۡ قَلۡبُ عَبۡدِیۡ الۡمُؤۡمِنِ ۔ ترجمہ : میں نہیں سمایا آسمان اور زمین میں لیکن مومن بندے کا قلب میری گنجائش رکھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ نور کا محل قلب ہے اور کسی کے قلب کو ہم دیکھ سکتے نہیں تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو صاحبِ نور خود دعوے کرے کہ میرے اندر نور ہے یا صاحب نور کی کچھ علاماتِ خاصہ متعین ہوں پہلی صورت میں ہر اہلِ باطل اور ہر اہلِ حق کے دعوٰی کا امتیاز معلوم ہونا مشکل ہے اس لیے یہ صورت غیر مفید ہے کیونکہ ظاہر میں کوئی دلیل نہیں کہ یہ دعوٰی سچا یا جھوٹا ہے پس دوسری ہی صورت متعین ہوتی اور اسی صورت کی وضاحت حدیثِ مذکور میں بیان ہُوتی ۔

علمائے کسی شخص کے اللہ والا ہونے کی یہی علامت لکھی ہے کہ اس کو دیکھ کر اللہ یاد آئے اور اس کی صحبت سے دل دُنیا سے سرد ہونے لگے اور آخرت کی طرف توجہ بڑھنے لگے اور وہاں کی فکر پیدا ہو جائے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے والوں میں اکثر لوگوں کا حال شریعت کے مطابق ہو اہلِ حق اور اہلِ باطل آج کل عوام کی نظر میں خلط ملط ہو رہے ہیں اس لیے ان علامات کو جن کا اوپر ذکر ہوا کسی شخص کے اللہ والا ہونے کی پہچان کا معیار بنانا چاہیے ۔

لہ مرقات ص ۸۰ ج ۹

۶۶۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَبْدَ یُعْطٰی زُهْدًا فِی الدُّنْیَا وَ قِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ یُلَقَّی الْحِکْمَةَ رَوَاهُمَا الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ۔ (ص۲۵۴ ج ۲ رقم۔ ۴۹۸۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو خلاد رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ کسی بندہ کو دُنیا میں زہد (یعنی دُنیا سے بے رغبتی) اور کم گوئی عطا کی گئی ہے تو اس سے قُربت حاصل کرو اس لیے کہ اس کو حکمت سکھائی گئی اور دی گئی ہے۔

تشریح: بعض روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب لوگوں سے عقلمند کون ہے ارشاد فرمایا کہ جو موت کو بہت یاد کرتا ہے اور موت کے بعد کے لیے بہت مستعد رہتا ہے

اس حدیث شریف میں حکمت سے مُراد نیک کرداری اور راست گفتاری ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا[1] ترجمہ: جو شخص حکمت دیا گیا وہ بے شک خیرِ کثیر دیا گیا۔ اور انہیں کو عالم باعمل مخلص کامل کہتے ہیں۔ پس ہر شخص پر ایسے بندوں کی صحبت واجب ہے بعض عارفین نے فرمایا کہ ہم نشینی

---

[1] سورۃ البقرۃ پارہ ۳ آیت ۲۶۹

اختیار کرو اللہ تعالےٰ کی اور اگر اس کی صلاحیت اور طاقت نہ ہو تو ان لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرو جو اللہ تعالےٰ کی ہم نشینی اختیار کرتے ہیں اور علامت ایسے ولی اللہ کی یہ ہے کہ وہ اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں کو دنیا سے بے رغبت کرے یعنی مال وجاہ کی محبت سے دلوں کو پاک کرے اور توشۂ آخرت کی فکر دلوں میں پیدا کرے ایسا شخص عارف ہے اور نائب ہے پیغمبر علیہ السلام کا اللہ تعالےٰ ایسے بندوں کا دیدار اور صحبت اور خدمت ہم سب کو عطا فرمائیں ۔ آمین (مظاہرِ حق) صـ ۱۳۷ ج ۴، مرقات صـ ۸۱ - ۸۲، ج ۹

بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ وَمَا كَانَ مِنْ عَيْشِ النَّبِیِّ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فقرا کی فضیلت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کا بیان

اس باب میں فقر کے شرف و فضیلت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ معیشت کے متعلق احادیث منقول ہیں۔

فقیر صابر بہتر ہے یا غنی شاکر اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ غنی شاکر افضل ہے کہ اس کے ہاتھ سے خیرات اور تقرب کی چیزیں مثل زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ اکثر ہوتی ہیں اور اغنیاء کی شان میں آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا: ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ[1] ترجمہ: اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ فقیر افضل ہے کہ حال شریف آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا فقر ہی پر تھا اور صحیح یہ ہے کہ کسی کے لیے فقر مفید ہے کسی کے لیے غنا (مالداری) مفید ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالے جب اپنے بندوں پر مہربان ہوتے ہیں تو اُن کے لیے

---

[1] ریاض الصالحین کتاب الأذکار، باب فضل الذکر والحث علیه ص ۵۳۵

جو مفید ہوتا ہے صحت، بیماری، تنگدستی، مالداری وغیرہ وہ دیتے ہیں
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ فقیر صابر بہتر ہے
یا غنی شاکر، فرمایا فقیر شاکر دونوں سے بہتر ہے اشارہ ہے فقر کی فضیلت
پر کہ فقر ایک نعمت ہے اس پر شکر کرنا چاہیئے نہ کہ بلا ہے کہ اس پر صبر
کرے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے متعلق نقل کرتے
تھے کہ جب تک فقر کی فضیلت کا اقرار طالب سے نہ لیتے اس کو مرید
نہ کرتے اور کہا اَلْفَقْرُ اَفْضَلُ مِنَ الْغِنَآءِ پھر ہاتھ پکڑا اور مرید کیا۔

فصل اوّل

٦٧۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ
رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ بَابُ فَضْلِ الضُّعَفَاءِ وَالْخَامِلِیْنَ ص ۳۲۹ ج ۲
شَرْحُ السُّنَّۃِ ص ۳۰۷ ج ۷ رقم (۳۹۶۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں جو
(بظاہر تو) پراگندہ بال نظر آتے ہیں جن کو (ہاتھ یا زبان کے ذریعہ)
دروازوں سے دھکیلا جاتا ہے۔ (بالفرض اگر وہ ان دروازوں پر
جائیں) لیکن (اللہ تعالٰی کے نزدیک وہ ایسے مقبول ہیں) اگر وہ
بحالتِ ناز / اللہ تعالٰی کے بھروسہ پر) قسم کھالیں تو اللہ تعالٰی

اُن کی قسم کو پورا کرے۔

تشریح: حدیثِ مذکور میں دھکے دے کر نکالے جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ امیروں کے دروازوں پر سوال کے لیے جاتے ہیں کیونکہ اولیاء اللہ ایسی ذلت سے محفوظ ہوتے ہیں حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ اگرچہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے مقبول ہیں کہ اگر کسی کام پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالےٰ ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔ (مظاہر حق صہ ۴۳۲ - ۴۳۳ ج ۴)

۶۸، وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰی سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰی مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَاءِ کُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔ (بَابُ مَنِ اسْتَعَانَ بِالضُّعَفَاءِ والصَّالِحِیْنَ فِی العرب صہ ۴۰۵ ج ۱ شَرح السُّنّۃ صہ ۳۰۳ ج ۷ رقم (۳۹۵۶)

ترجمہ حضرت مصعب ابن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی نسبت یہ گمان کیا کہ ان کو اپنے کمتر پر فضیلت حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے گمان کو توڑنے کے لیے فرمایا تم کو (دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں) مدد نہیں دی جاتی اور تم کو رزق نہیں دیا جاتا مگر تمہارے انہی کمزور اور فقیروں کی دُعا کی برکت سے۔

تشریح چونکہ حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہت فضیلتیں رکھتے

تھے ان کو گمان ہوا کہ میری شجاعت اور سخاوت اور کرم سے مسلمانوں کو بہت نفع ہوا لہٰذا میں ان لوگوں سے جو ہماری طرح نہیں ہیں افضل ہوں آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے اس گمان کو توڑنے کے لیے فرمایا کہ یہ گمان تم نہ رکھو بلکہ ان ضعیفوں اور فقیروں کا اکرام اور عزت کرو اور تکبّر نہ کرو یعنی اپنے کو ان سے بڑا نہ سمجھو کیوں کہ دراصل انہیں کمزوروں اور مسکینوں کی برکت اور دُعا سے حق تعالےٰ تمہاری مدد کرتے ہیں اور تمہیں رزق دیتے ہیں۔ (مظاہر حق صہ ۷۳۴ ج ۴)

لہٰذا اپنا کمال نہ سمجھو کہ تکبّر تمام نیکیاں ضائع کر دیتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ رائی کے دانہ کے برابر بھی دل میں تکبّر کا ہونا جنّت سے محروم کر دیتا ہے۔

۶۹۔ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسٰكِيْنُ وَاَصْحٰبُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحٰبَ النَّارِ قَدْ اُمِرَ بِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔بخاری بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ صہ ۹۶۹، ج ۲ - مسلم: بَابُ اَكْثَرِ اَهْلِ الْجَنَّةِ الْفُقَرَآءُ صہ ۳۵۲، ج ۲ - شرح السُّنّة صہ ۳۰۴ ج ۷، رقم (۳۹۵۹)

ترجمہ: حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا (شبِ معراج میں یا خواب میں) جو لوگ جنت میں داخل ہوتے میں نے ان میں زیادہ تعداد غریبوں کی دیکھی اور دولت مندوں کو دیکھا کہ ان کو میدانِ قیامت میں روک لیا گیا ہے لیکن دوزخیوں (یعنی کافروں) کو دوزخ کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا گیا ہے، پھر میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا اور دیکھا تو دوزخ میں جانے والوں کی زیادہ تعداد عورتوں میں سے تھی۔

تشریح: عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا سبب یہ ہے کہ دُنیا کی حرص ان میں زیادہ ہوتی ہے اور آخرت کے کاموں سے مَردوں کو روکتی ہیں حلال طریقے سے حاصل کی ہوئی دُنیا کا حساب دینا ہوگا کہ کہاں خرچ کیا اور حرام کمائی والی دولت عذاب کا سبب ہوگی۔ فقرا۔ اس سے بری ہوں گے، نہ حساب لیے جاویں گے نہ روکے جاویں گے میدانِ قیامت میں حساب کے لیے۔ (مظاہرِ حق ص ۳۵۷، ج ۴)

۷۰۔ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهٗ جَالِسٌ مَّا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَارَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰہِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِّلْأِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بُخاری بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ صہ۹۰۴ - ۹۰۰، ج۲، ابنِ مَاجہ : بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ صہ۳۰۳ ، شرح السّنۃ صہ۳۰۶ ج ۷، رقم (۳۹۶۳)

ترجمہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریب سے گذرا۔ آپ ﷺ نے ایک شخص سے جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا پوچھا اس شخص کی نسبت جو ابھی گذرا ہے) تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کیا یہ شخص شریف آدمیوں میں سے ہے اور اللہ کی قسم اس قابل ہے کہ اگر کسی عورت کو نکاح کا پیام دے تو اس کے پیام کو قبول کر لیا جائے اور کسی کی (حکام) سے سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ پھر ایک اور شخص آپ ﷺ کے پاس سے گذرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسی شخص سے پوچھا اور اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ شخص مسلمان فقراء میں سے ہے یہ اس لائق ہے کہ اگر کسی کو نکاح کا پیام دے تو اس

کا پیام قبول نہ جائے اور کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے کسی سے کوئی بات کہے تو اس کی بات نہ سنی جائے۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے یہ سن کر فرمایا یہ شخص اس جیسے دنیا بھرے ہوئے آدمیوں سے بہتر ہے۔ جس کی تو نے تعریف کی۔

تشریح: یہ ارشاد کہ "یہ شخص اُس جیسے دنیا بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے" مرتبہ میں تو ظاہر یہ ہے کہ حضرت صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے جس کے متعلق یہ فرمایا وہ غنی (مالدار) ہوگا اور ایسی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ فقیر بسبب صفائی قلب کے پروردگار کے احکام کو جلد قبول کرتا ہے اور اغنیا۔ حق بات کے قبول کرنے سے سرکشی اور استغنا۔ اور تکبر کرتے ہیں اور یہ مشاہدہ ہے کہ علما۔ اور بزرگانِ دین کے شاگردوں اور مریدوں میں زیادہ تر فقرا۔ ہوتے ہیں جو حق کو جلد قبول کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں شخصِ اوّل غنی تھا اور مومن تھا۔ کافروں سے نہ تھا کیوں کہ مفاضلہ کافر اور مومن میں نہیں ہوتا۔ کافر میں خیر کی نسبت کرنا جائز نہیں مومن مومن میں تفاضل ہوتا ہے۔

(مظاہر حق صہ ۷۳۶ - ۷۳۷، ج ۴)

۱۷۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (بخاری: بَابُ مَا كَانَ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُوْنَ صہ ۸۱۴، ج ۲، مُسلم كِتَابُ الزُّهْدِ صہ ۴۰۹ ج ۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اہل بیت نے کبھی دو روز مسلسل جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

تشریح: حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ تکلیف برداشت کرنا مجبوری کا نہ تھا کیونکہ حق تعالےٰ شانہ کی طرف سے حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر زمین کے خزانے پیش کیے گئے اور حکم ہوا کہ اگر آپ کہیں تو مکہ کے پہاڑ کو سونا کر دیں آپ کے لیے۔ لیکن آپ نے فقر کو اختیار فرمایا اور عرض کیا کہ اے اللہ مجھے پسند ہے کہ ایک دن بھوکا رہوں تاکہ صبر کروں اور ایک دن کھا کر سیر ہوں تاکہ شکر کروں اور آپ ﷺ کے اوپر فتوحات سے جو مال آتا تھا وہ سب اُمّت پر تقسیم فرما دیتے آپ ﷺ کے اس طرز سے زندگی گذارنے میں بڑی تسلّی ہے اُمّت کے فقرا۔ اور مساکین کے لیے اور امراء کے لیے سبق ہے اپنی حاجات پر مساکین کو ترجیح دینے کا

۲۷ر وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ "اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا

اَنْتَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِیْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔(بخاری : بَابُ مَوْعِظَةِ الرَّجُلِ اِبْنَتَهٗ لِحَالِ زَوْجِهَا صہ ۷۸۱، ج ۲، ترمذی ابْوَابُ صِفَةِ الْقِيٰمَةِ صہ ۷۳، ج ۲، شَرحُ السُّنَّةِ صہ ۳۰۷، ۳۰۸ ج ۷ رقم (۳۹۶۰) مُسلم کتابُ الطَّلَاقِ : باب بیان اَن تَخْيِيْرَهٗ امراته لایکون طلاقً الا بالسنّة صہ ۴۸ ج ۱ واللفظ لِلبخاری

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ اس وقت کھجور کے پٹھوں کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور چٹائی کے اوپر فرش نہ تھا۔ بوریئے نے حضور صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کے پہلو پر نشان ڈال دیئے تھے اور آپ ﷺ کے سرہانے چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کا پوست بھرا ہوا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ وہ آپ ﷺ کی اُمت کو فراخی (خوشحالی) عطا فرمائے۔ فارس اور روم کے لوگ خوش حال بنائے گئے ہیں حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے آپ ﷺ نے فرمایا خطّاب کے بیٹے! کیا تو بھی اسی خیال میں ہے (یعنی کیا تجھ کو اس کی بصیرت عطا نہیں ہوئی ہے اور حقیقت سے ابھی تک ناواقف ہے) یہ وہ لوگ ہیں (یعنی فارس و روم کے لوگ) جن کو دنیا

کی زندگی ہی میں خوبیاں دے دی گئی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے جواب میں یہ الفاظ فرمائے کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ ان کو دُنیا ملے اور ہم کو آخرت۔

تشریح: بعض شارحِ حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ فراخی اور کشادگی مال ورزق حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لیے مانگی تھی مگر آپ ﷺ کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر اس عنوان کو مناسب نہ سمجھا اور امت کے لیے درخواست کی اور صاحبِ مظاہرِ حق لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے اوپر فقر اختیار فرمایا اور اُمّت کے ضعفا۔ اس کا تحمل نہ کر سکیں گے اس لیے امّت کے ضعف کا خیال کرتے ہوئے فراخی کو مناسب سمجھ کر اس کی درخواست کی۔[1]

۷۳۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا

---

[1] مظاہرِ حق صـ ۱۴۷ ج ۴،
مرقات صـ ۹۲ ج ۹

اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقَکُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ

البخاری باب لِیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ صہ ۹۶ ج ۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اس سے زیادہ مال دار اور شکیل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس شخص پر بھی نظر ڈالے جو اس سے کمتر درجہ کا ہے (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس شخص کو دیکھو جو تم سے کمتر درجہ کا ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو مرتبہ میں تم سے زیادہ ہے اور ایسا کرنا تمہارے لیے ضروری ہے تاکہ تم اس نعمت کو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے حقیر نہ سمجھو۔

تشریح: حاصل یہ کہ جب کسی شخص کو اپنے سے زیادہ مالدار یا خوب صورت یا خوش لباس دیکھے تو فوراً اس شخص کو دیکھے جو اپنے سے ان باتوں میں کمتر ہو تاکہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر کی توفیق ہو اور یہ بھی شکر ادا کرے کہ حق تعالیٰ نے اس شخص کی طرح مجھے دُنیا میں مبتلا نہیں فرمایا۔ اسی لیے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ جب کسی دنیا دار کو دیکھتے تو کہتے اَللّٰهُمَّ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْعُقْبٰی اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مُرید کا واقعہ لکھا ہے کہ اس کو کسی نے مارا

---

[1] کتابُ الزُّهد صہ ۴۰۷ ج ۲۔
شرحُ السُّنۃِ صہ ۳۲۲ ج ۷ رقم (۳۹۹۴)
مسند احمد صہ ۳۴۰ ج ۲ رقم (۷۴۶۷)

اور قید کیا۔ اس نے امامؒ سے شکایت کی فرمایا شکر ادا کر کہ اس سے بڑی بلا میں نہ گرفتار ہوا۔ پھر اس سے بری ہو کر ایک دفعہ ایک کنوئیں کی قید میں ڈالا گیا۔ پھر امامؒ نے اس کو صبر و شکر کی تعلیم دی۔ پھر بری ہوا اور کچھ دن بعد ایک یہودی نے قید کیا اور ہر ساعت اذیت دیتا اور زنجیر میں باندھ کر اپنے پاس رکھا۔ پھر امامؒ سے شکایت کی اور کہا کہ کیا اس سے بھی کوئی بلا شدید ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا صبر و شکر کر کیونکہ اس سے بھی شدید بلا ہے اور وہ یہ کہ کفر کا طوق تیری گردن میں ڈالا جاوے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ[2] ۝ البتہ آخرت کے معاملہ میں ہمیشہ اپنے سے اونچے لوگوں کو دیکھے تاکہ اپنے سے زیادہ اعمال والوں کو دیکھ کر اپنے اعمال پر ناز و تکبر نہ پیدا ہو۔

---

[1] مرقاۃ صہ ۹۵ ج ۹

[2] سُورۃ آل عمران پارہ ۳ آیت ۸

فصلِ دوم

۴۷۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّۃَ قَبْلَ الْاَغْنِیَآءِ بِخَمْسِ مِائَۃِ عَامٍ نِصْفِ یَوْمٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۔ بابُ مَا جاءَ اَنَّ فقراءَ المُھَاجِرِیْنَ یدخُلُوْنَ الجنۃِ قَبْلَ اَغنیاَئِھِمْ صہ ۶۰، ج۲ ۔ مسند احمد صہ ۲۵۷ ج ۲ رقم (۸۵۴۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا فقرا جنت میں دولت مندوں سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوں گے جو قیامت کا آدھا دن ہے۔

تشریح: قیامت کے دن کی درازی اس دن ایک ہزار برس کی ہوگی جیساکہ ارشاد باری تعالےٰ ہے: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ہ[1] ترجمہ: اور تحقیق آپ کے پروردگار کے نزدیک قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہے ان دنوں سے جن کو تم شمار کرتے ہو۔ مگر یہ سختی کافروں پر ہوگی اور نیک بندوں پر یہ دن ایک ساعت کے مانند ہوگا۔ آگے جو روایت ہے کہ چالیس برس پہلے فقرا

---

[1] سورۃ الحج پارہ ۱۷، آیت ۴۷

امراء سے جنت میں داخل ہوں گے تطبیق یہ ہے کہ یہ اختلاف فقراء کے مراتب و درجات کے اعتبار سے ہوگا یعنی صبر و شکر میں جس کا درجہ اعلیٰ ہوگا وہ پانچ سو برس پہلے داخل ہوگا۔ جس کا کمتر ہوگا وہ چالیس برس پہلے داخل ہوگا، جامع الاصول میں ہے کہ جو فقیر حریص ہوگا وہ غنی حریص سے چالیس برس پہلے جنت میں جائے گا اور جو فقیر زاہد ہوگا وہ غنی راغب دُنیا سے پانچ سو برس پہلے داخل ہوگا۔ (مظاہر حق صہ ۴۴۴، ۴۴۵ ج ۴)

۷۵۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسٰکِیْنِ فَقَالَتْ عَآئِشَۃُ لِمَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّھُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَآءِ ھِمْ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا یَا عَآئِشَۃُ لَا تَرُدِّی الْمِسْکِیْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ یَا عَآئِشَۃُ اَحِبِّی الْمَسَاکِیْنَ وَقَرِّبِیْھِمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُقَرِّبُکِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ سَعِیْدٍ اِلٰی قَوْلِہٖ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسٰکِیْنِ ۔ (ترمذی: بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ فقراءَ المھاجرین یدخلونَ الجنۃَ قبلَ اَغْنِیَائِھِمْ صہ ۶۰ - ۶۱ ج ۲ ۔ مجمع الزّوائد صہ ۲۶۳ ج ۱ رقم ۱۷۹۰۶) عن عبادۃ ۔ بیہقی صہ ۳۴۰ ج ۷ رقم ۱۰۵۰۷) ابن مَاجۃ اَبْوَابُ الزُّھْدِ بَابُ مُجَالَسَۃِ الفقراء صہ ۳۱۴)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مجھ کو مسکین بنا کر رکھ اور مسکین مار اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے پوچھا یارسول اللہ یہ کیوں؟ (یعنی آپ یہ دُعا کیوں کرتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اس لیے کہ مسکین جنت میں دولت مندوں سے چالیس برس پہلے داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! کسی مسکین کو (اپنے دروازہ سے خالی ہاتھ) نہ واپس کرو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو اے عائشہ! مسکینوں سے محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر (یعنی اپنی مجلسوں میں ان کو شریک رکھ) اللہ تعالےٰ قیامت کے دن تجھ کو اپنے قریب رکھے گا۔

تشریح: مسکین کا لفظ یا تو مسکنت سے مشتق ہے جس کے معنیٰ نہایت تواضع کے ہیں یا سکون اور سکینہ سے ہے جس کے معنیٰ وقار اور اطمینان اور رضا بالقضا کے ہیں اس حدیث شریف میں اُمت کے لیے تعلیم ہے کہ فقراء اور مساکین کی فضیلت کو پہچانیں اور ان سے محبت رکھیں تاکہ ان کی برکت حاصل ہو اور اس حدیث میں مسکینوں کے لیے تسلّی ہے اور ان کے درجات سے امّت کو آگاہ کرنا ہے۔ مسکین بننے کی دُعا سے مُراد یہ ہے کہ اتنی دُنیا مل جاوے جس سے کسی کا محتاج نہ رہے اور کثرتِ مال سے محفوظ ہو۔ کیونکہ مال کی کثرت مقربین بارگاہِ حق کے لیے وبال ہے۔

ایک بادشاہ فقراء اور صلحاء کی جماعت سے گذرا ان لوگوں نے اس کی طرف التفات نہ کیا پوچھا تم لوگ کون ہو۔ کہا ہم لوگ تارکِ دُنیا سے

محبت رکھتے ہیں اور تارکِ آخرت سے عداوت رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے فقیر صابر بہتر ہے غنی شاکر سے اور فقیر صابر وہ ہے جو دل کا فقیر نہ ہو یعنی دل کا غنی ہو اور اللہ تعالےٰ کی تقسیم پر راضی ہو۔

(مظاہر حق صہ ۴۶۷ ج ۴)

۷۶؍ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَآئِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِکُمْ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ (بابٌ فی الانتصار بِرُذلِ الخَیْلِ والضعفۃ صہ ۳۴۸ ج ۱، شَرْحُ السُّنَّۃِ صہ ۳۳ ج ۷ رقم (۳۹۵۷)، ترمذی: بابُ ماجاء فی الاستفتاح بصَعَالِیْکِ المُسلمین صہ ۲۹۹ ج ۱، نسائی کِتَابُ الجِہَادِ بَابُ الاِسْتِنْصَارِ بالضعیفِ صہ ۶۴ ج ۲۔

ترجمہ: حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میری رضامندی کو اپنے ضعیفوں میں تلاش کرو (یعنی ان کو راضی رکھو) اس لیے کہ تم کو تمہارے ضعیفوں ہی کی بدولت رزق دیا جاتا ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں تمہاری مدد کی جاتی ہے

تشریح: ضعیفوں سے مراد مظلوم ہیں خواہ غنی کیوں نہ ہوں اور ان کی برکت سے رزق دیا جانا اور دشمنوں پر فتح ہونا اس لیے ہے کہ ان میں اقطاب اور اوتاد بھی ہوتے ہیں جن کے ذریعہ انتظام ہوتا ہے بلاد اور عباد کا اور کہا ابن مالک نے کہ ڈھونڈو مجھ کو تم ان ضعیفوں کے حقوق کی

حفاظت میں اور ان کے اکرام کے ذریعہ اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کے ذریعہ کہ جس نے ان کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی کیونکہ میں ان کے ساتھ ہوں تن سے بعض اوقات میں اور دل وجان سے جمیع اوقات میں اور یہ حدیث بھی اس مضمون کی تائید کرتی ہے کہ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ بَارَزَنِیْ بِالْحَرْبِ (حدیث)[1] ترجمہ: جس نے دشمنی کی میرے ولی سے پس اس نے پیش قدمی کی مجھ سے جنگ کے لیے۔ (مظاہرِ حق)[2]

۷۷۔ وَعَنْ اُمَیَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَسِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْكِ الْمُهَاجِرِیْنَ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ (شَرْحُ السُّنَّةِ صـ۳۰۳ ج ۷ رقم (۳۹۵۷)

ترجمہ: حضرت امیہ بن خالد بن عبد اللہ بن اسید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے ذریعہ اللہ سے (کفار پر) فتح حاصل ہونے کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

تشریح: صعالیک جمع ہے صعلوک کی یعنی مثل عصفور چھوٹی چڑیا

---

[1] مجمع الزوائد صـ۴۷۷ ج ۱۰ رقم (۱۷۹۵۲) والطبرانی فی الأوسط صـ ۳۶۰ ج ۱ رقم (۶۱۳) والکبیر صـ ۱۱۳، ج ۱۲ رقم (۱۲۷۱۹)

[2] مظاہرِ حق ۷۴۸-۷۴۹ ج ۴

مُراد فقراء ہیں مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بواسطہ مہاجرین فقراء کے دُعا کے معنی اس طرح سے لکھے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس طرح دُعا فرماتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَى الْاَعْدَآءِ بِعِبَادِكَ الْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ ۔ ترجمہ : اے اللہ دشمنوں پر مدد فرما ہماری فقرائے مہاجرین کی برکت سے اس سے کس قدر فقرا کی بزرگی ثابت ہوتی ہے ۔ کہ ان کی برکت سے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دُعا مانگتے تھے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

(مظاہر حق صہ ۴۹۷ ج ۴)

۸۷۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَةٍ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا هُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اَنَّ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلًا لَا يَمُوْتُ يَعْنِي النَّارَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ صہ ۳۲۴ ج ۷ رقم (۳۳۹۸)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کسی فاجر یعنی کافر یا فاسق کی نعمت دنیاوی پر رشک کر اس لیے کہ تو نہیں جانتا کہ مرنے کے بعد اس سے کیا سلوک ہونے والا ہے فاجر کے لیے اللہ کے یہاں ایک قاتل ہے جو مرتا نہیں یعنی دوزخ کی آگ ۔

تشریح: یہ بیماری آج عام طور پر ہمارے اندر آچکی ہے کہ مال دار

شرابی زانی فاسق کے بنگلوں اور کاروں اور ظاہری ٹھاٹ پر بعض غریب مسلمان لالچ کی نگاہ ڈالتا ہے۔ حالانکہ نیک بندوں کی عبادت پر لالچ کرنی چاہیئے تھی نہ کہ ان دنیا داروں پر جن کے دلوں میں ہزاروں فکر و پریشانی بھری ہے اور اطمینانِ قلبی صرف اللہ والوں کو عطا ہوتا ہے،

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از بروں چوں گورِ کافر پر حلل

واندروں قہرِ خدائے عزّ و جل

ترجمہ: باہر سے یہ امیر لوگ کافر کی قبر کی طرح پُربہار ہیں اور اندر کافر کی قبر میں جس طرح عذاب ہو رہا ہے اسی طرح نافرمان دُنیادار کے قلب میں فکر و پریشانی اور بے سکونی کا عذاب ہو رہا ہے۔

۷۹۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُهٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَةَ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ -

صہ ۳۲۶ ج ۷ رقم (۴۰۰۱) مسند احمد صہ ۲۶۵ ج ۲ رقم (۶۸۶۹) مَجْمَعُ الزَّوَائِدِ صہ ۵۱۵ ج ۱ رقم (۱۸۰۷۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا دُنیا مومن کے لیے قید خانہ اور قحط ہے، جب وہ دُنیا سے جُدا ہوتا ہے تو قید خانہ اور قحط سے نجات

پاتا ہے۔

تشریح: قیدخانہ اور قحط ہے کہ ہمیشہ محنت اور تنگیٔ معاش میں رہتا ہے یعنی اگر دُنیا کی نعمت بھی مومن کو مل جاوے پھر بھی آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں یہاں کی راحتیں اور نعمتیں قیدخانہ اور قحط کا حکم رکھتی ہیں یا مُراد یہ ہے کہ مومن ہمیشہ طاعت اور عبادت اور مجاہدہ کی زندگی گذارتا ہے اور اس محنت آباد سے خلاصی کا شوق رکھتا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ لَا يَخْلُو الْمُؤْمِنُ مِنْ قِلَّةٍ اَوْ عِلَّةٍ اَوْ ذِلَّةٍ وَّقَدْ يَجْتَمِعُ لِلْمُؤْمِنِ الْكَامِلِ جَمِيْعُ ذٰلِكَ ۔ ترجمہ: نہیں خالی ہوتا مومن کمی مال یا بیماری یا ذلت سے کبھی مومنِ کامل میں یہ سب جمع ہوتے ہیں۔

(مظاہرِ حق) مرقات صہ ۱۰۱ ج ۹

۸۰۔ وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِيْ سَقِيْمَهُ الْمَاءَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ ۔

ترجمہ: حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اس کو دُنیا سے بچاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے۔

تشریح: یعنی جس طرح استسقاء اور ضعفِ معدہ وغیرہ کے مریضوں کو

پانی سے بچایا جاتا ہے بوجہ نقصان کرنے کے اسی طرح حق تعالےٰ جس بندہ سے محبت فرماتے ہیں اس کو دُنیا کے مال اور جاہ اور منصب اور تمام اُن باتوں سے بچاتے ہیں جو اس بندہ کے دین کے لیے نقصان کا سبب ہونے والا ہو اور جس سے اس کی آخرت کا نقصان ہو۔ مظاہر حق صہ ۵۰۷ ج ۴ ، مرقات صہ ۱۰۲ ج ۹

۱۸۱ ۔ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ مسند احمد صہ ۴۲۹ ج ۵ رقم (۲۳۸۸) مجمع الزوائد صہ ۲۵۳ ، ج ۱ رقم (۱۷۸۷۹)

ترجمہ: حضرت محمود ابن لبید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں ہیں جن کو آدم کا بیٹا بُرا سمجھتا ہے۔ ایک تو موت کو حالانکہ موت مومن کے لیے فتنہ سے بہتر ہے دوسرے مال کی کمی کو حالانکہ مال کی کمی حساب میں کمی کی موجب ہے

تشریح: فتنہ سے مُراد گرفتاری شرک اور کفر اور گناہ ہے اس فتنہ سے مومن کی موت بہتر ہے لیکن اگر دُنیا کی کوئی مصیبت اور تکلیف ہے تو یہ مومن کے لیے گناہوں کے معاف ہونے کا کفّارہ ہے اور درجات بلند ہونے کا سبب ہے پس ایسی صورت میں موت کی تمنا جائز نہیں ۔ اسی

طرح مال کی کمی سے مومن کو خوش ہونا چاہیے کہ قیامت کے دن حساب مختصر ہوگا۔ نیز مال زیادہ کمانے کی مشقت اور فکر و پریشانی فقر کی محنت سے کم نہیں اور بقدرِ ضرورت پر قناعت میں آخرت کی تیاری کا وقت زیادہ ملتا ہے اور دل میں نرمی اور صفائی خوب رہتی ہے (مظاہرحق)

صہ ۱۵۱، ج ۴۔ مرقات صہ ۱۰۳ ج ۹

۸۲۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُخَافُ اَحَدٌ وَّلَقَدْ اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ وَمَا یُوْذٰی اَحَدٌ وَّلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَیْنِ لَیْلَۃٍ وَّیَوْمٍ وَّمَالِیْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ یَّاْکُلُہٗ ذُوْکَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ یُّوَارِیْہِ اِبْطُ بِلَالٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ مَعْنٰی وَھٰذَا الْحَدِیْثِ حِیْنَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَارِبًا مِّنْ مَّکَّۃَ وَمَعَہٗ بِلَالٌ اِنَّمَا کَانَ مَعَ بِلَالٍ مِّنَ الطَّعَامِ مَا یَحْمِلُ تَحْتَ اِبْطِہٖ ۔ (شرح السُّنَّۃ صہ ۳۱۱ ج ۷ رقم (۳۹۷۵) ترمذی: اَبْوَابُ صِفَۃِ الْقِیَامَۃِ صہ ۷۴، ج ۲

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (اللہ کے دین کے اظہار کے سبب) ڈرایا گیا اور (میرے ساتھ) کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا (یعنی ابتدائے اظہارِ اسلام میں کوئی میرے ساتھ نہ تھا) اور مجھ کو اللہ کے

دین میں ایذا دی گئی اور کسی کو ایذا نہیں دی گئی میرے ساتھ اور البتہ مجھ پر تیس دن اور تیس راتیں اس طرح گذریں کہ میرے اور بلال کے لیے کھانا نہ تھا وہ کھانا جس کو ہر جگر رکھنے والا کھاتا ہے مگر ایک نہایت خفیف سی چیز جس کو بلال بغل میں چھپائے رہتے تھے ترمذی نے اس حدیث کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم مکہ سے بھاگ کر باہر نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالے عنہ تھے اور حضرت بلال ؓ کے پاس کھانے کی چیزوں میں سے صرف اتنا تھا جس کو وہ بغل میں دبائے رہتے تھے۔

تشریح : مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر میں ڈرایا گیا دین کی راہ میں اور جس قدر اذیت دیا گیا اس قدر کوئی نبی نہ تو ڈرایا گیا اور نہ اذیت دیا گیا۔اس لیے کہ ایذا ہر شخص کو اس کے مرتبہ کے مطابق ہے اور حضور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے عالی تر ہے آپ ﷺ کے اندر خواہش اُمت کے ایمان اور ہدایت کی سب سے زیادہ تھی اور یہ جو روایت میں ہے کہ حضرت بلال ؓ ساتھ تھے حالانکہ ہجرت کے وقت حضرت بلال نہ تھے تو یہ قصہ غالباً اس وقت کا ہے جب ابو طالب کا انتقال ہوا اور اسی کے قریب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کا انتقال ہوا اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال کہا جاتا ہے اس وقت ابتلا اور اذیت کفار کی طرف سے بہت بڑھ گئی پھر آپ ﷺ حضرت خدیجہ

رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے انتقال کے تین ماہ بعد مکہ سے طائف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔ ایک ماہ تک وہاں تبلیغ فرمائی لیکن کسی نے نہ مانا اور اپنے لڑکوں کو اور نادانوں کو لگا دیا یہ لوگ آپ ﷺ کو پتھر مارتے تھے حتیٰ کہ آپ کے خونِ مُبارک سے آپ کے نعلین مبارک آلودہ ہو گئے اور یہ لوگ خوب ہنستے۔ پروردگارِ عالم نے ایک ابر بھیجا جس نے آپ ﷺ پر سایہ کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ اگر آپ فرمائیں تو پہاڑوں کو ملا دیا جاوے اور ان کفار کو پیس دیا جاوے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ ان کفار کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا ہو جو ایمان لاوے اس وقت آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ ہونے کا امکان ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۸۳ر عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ قَالَ شَکَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبْطَنِہٖ عَنْ حَجَرَیْنِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

بَابٌ فِیْ مَعِیْشَۃِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ ص۶۲ ج ۲ - شَرْحُ السُّنَّۃِ ص۳۱۱ ج ۷ رقم (۳۹۷۴)

ترجمہ: حضرت ابوطلحۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا دکھایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

نے اپنا پیٹ کھول کر دکھایا تو آپ ﷺ کے دو پتھر بندھے ہوتے تھے۔
تشریح: حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کا یہ فقر اختیاری تھا اضطراری نہ تھا اور آپ کے اس طرزِ عمل میں مساکین و فقرائے اُمّت کے لیے بڑی تسلّی ہے۔

۸۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ
ابوابُ صَفۃِ القیامۃِ صہ ۷۴، ج ۲

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فقرا صحابہ کو جب بھوک نے ستایا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کو ایک ایک کھجور عطا فرمائی۔
تشریح: یعنی فقر و تنگیٔ رزق ان حضرات پر اس قدر زیادہ تھی کہ کبھی ایک ہی کھجور پر گذارا کرتے تھے۔

۸۵۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ رضی اللہ عنہ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِیْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِیْ دِیْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِیْ دُنْیَاهُ

اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا رَّوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ ("ابوابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ صہ ۷۷ ج ۲ شَرْحُ السُّنَّةِ : صہ ۳۲۳ ج ۷ رقم (۳۹۹۷)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا دو خصلتیں ہیں جس شخص میں وہ پائی جائیں اللہ تعالےٰ اس کو شاکر اور صابر لوگوں میں لکھ دیتا ہے ۔ ایک تو یہ کہ دینی امور میں جو کسی شخص کو اپنے سے بہتر و برتر دیکھے تو اس کی اقتداء کرے اور دنیاوی امور میں اس شخص کو دیکھے جو اس سے کمتر درجہ کا ہے پھر وہ اللہ تعالےٰ کی تعریف کرے کہ اس نے اس شخص پر اس کو فضیلت بخشی ہے اللہ تعالےٰ اس شخص کو (شاکر اس لیے کہ اس نے کمتر درجہ کے شخص کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا ہے) اور صابر (اس لیے کہ اس نے اپنے سے بالاتر شخص کو دیکھ کر صبر کیا) لکھ دیتا ہے اور جو شخص دین میں اس شخص کو دیکھے جو اس سے کم ہے اور دُنیا میں اس شخص کو دیکھے جو اس سے بالاتر ہے ۔ پھر غم کرے اس چیز پر جو اس سے فوت ہوئی یعنی مال وغیرہ تو اللہ تعالےٰ اس کو صابر اور شاکر قرار نہیں دیتا ۔

تشریح: صابر و شاکر کرتا ہے یعنی حق تعالےٰ اس پر عمل کرنے والے کو مومن کامل کرتا ہے (مظاہر حق صہ ۵۷۴ ج ۴)

حدیثِ مذکور میں تعلیم ہے کہ امورِ دُنیا میں اپنے سے کمتر انسان کو دیکھے اور دین کے معاملہ میں اپنے سے بہتر انسان کو دیکھے اس کا انعام اور ثمرہ یہ ہوگا کہ اپنے سے کمتر اور غریب کو دیکھ کر اس کو شکر کی توفیق ہوگی اور قلب حسرت اور رنج اور غم سے امن اور سکون میں رہے گا برعکس اگر اپنے سے امیر اور مالدار اور عیش والے کو دیکھتا تو حسرت اور غم سے قلب بے سکون ہوجاتا اور ناشکری سے نعمتِ موجودہ کے زوال کا اور عذابِ الٰہی کا خطرہ الگ۔

اس طرح دین کے معاملہ میں اپنے سے زیادہ علم اور عبادت والے کو دیکھنے سے اپنی عبادت سے ناز اور غرور ٹوٹ جاوے گا اور زیادہ عبادت کی حرص پیدا ہوگی۔ تو عجب اور تکبر سے نجات اور توفیق زیادتیٔ عبادت کی کس قدر بڑی نعمت ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اس اصول پر زندگی گذارنے سے روح اور قلب کو جو سکون ملتا ہے وہ دُنیا کے کسی اصول سے نہیں حاصل ہوسکتا۔ یہی وہ علومِ نبوّت ہیں جو حضرت نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کو قوی تر کرتے ہیں کہ اُمّی ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا یہ علم حق تعالےٰ کے سرچشمۂ علم سے منعکس ہوکر ہم تک پہنچا۔

فصل سوم

۸۶ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ بَیْنَمَا اَنَا قَاعِدٌ فِی الْمَسْجِدِ وَحَلْقَۃٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُھَاجِرِیْنَ قُعُوْدٌ اِذْ دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ اِلَیْھِمْ فَقُمْتُ اِلَیْھِمْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُبَشَّرْ فُقَرَآءُ الْمُھَاجِرِیْنَ بِمَا یَسُرُّ وُجُوْھَھُمْ فَاِنَّھُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ الْاَغْنِیَآءِ بِاَرْبَعِیْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَأَیْتُ اَلْوَانَھُمْ اَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنْ اَکُوْنَ مَعَھُمْ اَوْ مِنْھُمْ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ ۔

(ص ۲٦٧ ج ۲ رقم ۲۸۴۴)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسجد نبوی میں بیٹھے تھے اور فقراء مہاجرین کا حلقہ جما ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فقراء مہاجرین کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے میں اُٹھا اور فقراء مہاجرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء مہاجرین کو وہ بشارت پہنچا دینی چاہیے جو ان کے چہروں کو شگفتہ کر دے (اور وہ بشارت یہ ہے کہ) وہ جنت میں دولت مندوں سے چالیس برس پہلے داخل ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا (یہ سن کر) فقراء مہاجرین کے

چہروں کا رنگ روشن ہوگیا۔ عبداللہ ابن عمروؓ کا بیان ہے کہ فقراء مہاجرین کو خوش پاکر میں نے اپنے دل میں یہ آرزو کی کہ میں بھی ان کے ساتھ ہوتا یا ان میں سے ہوتا۔

تشریح: اسی باب میں فصل دوم کی حدیث نمبر ۴۹، اور ۵۷ میں ہوچکی ہے

۸۷۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِیْ خَلِیْلِیْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِیْ بِحُبِّ الْمَسٰکِیْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ دُوْنِیْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰی مَنْ هُوَ فَوْقِیْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَسْاَلَ اَحَدًا شَیْئًا وَّاَمَرَنِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا وَّاَمَرَنِیْ اَنْ لَّا اَخَافَ فِی اللّٰهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ وَّاَمَرَنِیْ اَنْ اُکْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔

(ص۱۹۰ ج۵ رقم ۲۱۵۷۲)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے خلیل جانی دوست نے مجھ کو سات باتوں کا حکم دیا ہے حکم دیا مجھ کو یہ کہ میں مساکین سے محبت کروں اور ان سے قریب ہوں اور یہ حکم دیا کہ میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو دیکھوں اور اپنے سے بالاتر لوگوں کو نہ دیکھوں اور یہ حکم دیا کہ میں قرابت داروں سے ناتے بندی کو قائم رکھوں اگرچہ خود رشتہ دار ہی قرابت داری کو منقطع کردیں

اور یہ حکم دیا کہ میں سچی بات کہوں اگرچہ وہ تلخ ہو اور حکم دیا کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کی ملامت سے نہ ڈروں اور یہ حکم دیا کہ میں اکثر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتا رہوں یہ تمام عادتیں اور باتیں اس خزانہ میں کی ہیں۔ جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہے۔

تشریح: حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ معنوی خزانہ ہے جو عرشِ رحمان کے نیچے ہے اور وہاں تک کوئی نہ پہنچے گا مگر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی برکت سے۔ یا خزانہ سے مراد جنت کے خزانے ہیں جو عرشِ الٰہی کے نیچے ہیں اس لیے جنّت کی چھت عرش ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے سامنے جب اس کلمہ کو پڑھا تو ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ بن مسعود! جانتے ہو کہ کیا تفسیر ہے اس کی؟ عرض کیا کہ اللہ اور رسول خوب جانتے ہیں اس کو۔ ارشاد فرمایا کہ اس کلمہ کا مفہوم یہ ہے کہ نہیں کوئی گناہوں سے محفوظ رہ سکتا مگر اللہ تعالے کی مدد سے اور نہیں کوئی نیک عمل ہو سکتا ہے مگر حق تعالے کی مدد سے۔ انتھیٰ مشائخ شاذلیہ قدس اللہ اسرارہم نے اپنے طالبین کو وصیّت فرمائی کہ اس کلمہ کا زیادہ ورد رکھیں اور فرمایا کہ توفیقِ عمل کے لیے اس سے زیادہ بہتر کوئی کلمہ نہیں احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارے

مرقات صد ۱۱۳، ج ۹

شیخ رحمۃ اللہ علیہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد طالبین کو بہت تاکید سے بتایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تک بندہ اپنی طاقت پر نظر رکھتا ہے حق تعالےٰ کی مدد نہیں آتی۔ لیکن جب کہتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ تو گویا اس کلمہ سے اقرار کرتا ہے کہ میں ضعیف ہوں اور میرے اندر گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیک اعمال کرنیکی طاقت آپ ہی کی مدد سے آئے گی ہم ضعیف ہیں آپ قوی ہیں پس حق تعالےٰ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور توفیق کا خزانہ بھیجدیتے ہیں اور یہی توفیق جنت تک رسائی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اگر ہر روز ستر مرتبہ یہ کلمہ پڑھ لیا جاوے تو عمل کی توفیق کے لیے اکسیر ہے اور نماز سے پہلے پڑھ لے تو نماز عمدہ ادا ہو۔

۸۸۔ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِهٖ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ اِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ (مسند احمد ص ۲۸۷ ج ۵ رقم ۲۲۱۶۶ وص ۲۸۹ ج ۵ رقم ۲۲۱۷۹)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جب ان کو یمن روانہ فرمایا تو یہ نصیحت فرمائی کہ اپنے آپ کو استراحت وتن آسانی سے بچا اس لیے کہ اللہ کے (خاص) بندے آرام وآسائش حاصل نہیں کرتے۔

تشریح : اس حدیث میں جس آرام و آسائش سے منع فرمایا گیا ہے اس سے مُراد وہ عیش و آرام ہے جس کے لیے ہر وقت ایسی فکر اور کاوش اور حرص کرنی پڑے جو آخرت کی طرف سے انسان کو غافل کر دے اور اگر بے تکلف کیے اور بغیر کاوش و اہتمام و حرص حق تعالےٰ کوئی راحت عطا فرما دیں اور اس پر شکر کی توفیق ہو اور آخرت سے غافل نہ کرے تو اس کی اجازت ہے مگر حق تعالےٰ کے اولیاء و عاشقین نے سادی زندگی کو پسند فرمایا ہے اور عیش کی زندگی سے کنارہ کش رہے ہیں ۔

۸۹ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَّضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ ۔ (رواہ ابن عساکر بحوالہ مرقات ص ۱۱۶ ج ۹)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا جو شخص اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہو جائے اللہ تعالےٰ اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتا ہے ۔

تشریح : اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مال جو ضرورت سے زائد ہو اس کا حساب دینا پڑے گا اور بقدرِ ضرورت تھوڑی دنیا پر اگر راضی رہے تو اس کے تھوڑے عمل سے حق تعالےٰ راضی ہو جاویں گے ۔

سبکسار مردم سبکتر روند

ترجمہ: جس مسافر کے پاس سامان کم ہوتا ہے وہ سفر کو راحت سے طے کرتا ہے۔

۹۰۔ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ (بَابُ فَضْلِ الْفَقْرِ صہ ۳۱۳)

ترجمہ: حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ اپنے اس مومن بندہ کو دوست رکھتا ہے جو فقیر پارسا اور عیالدار ہو۔

تشریح: یعنی باوجود عیالدار ہونے کے اور فقیر ہونے کے حرام سے اور سوال کرنے سے بچتا ہے۔ پس ایسے شخص کو حق تعالےٰ دوست رکھتے ہیں بوجہ اس کے مومن کامل ہونے کے۔

۹۱۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ رضی اللہ عنہ قَالَ اِسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَجِيْءَ بِمَاءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ اِنَّهٗ لَطَيِّبٌ لٰكِنِّيْ اَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَاَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ حَسَنٰتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْهُ رَوَاهُ رَزِيْنٌ۔

(بحوالہ مشکوۃ صہ ۴۴۹ ج ۲)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ

تعالےٰ عنہ نے ایک روز پانی مانگا آپ ﷺ کے پاس پانی لایا گیا جس میں شہد ملا ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ پاک (اور حلال اور لذیذ و خوشگوار) ہے لیکن میں اس کو نہیں پیتا اس لیے کہ میں خداوند بزرگ و برتر سے یہ سنتا ہوں کہ اس نے ایک قوم پر عیب لگایا تھا خواہشاتِ نفس کے اتباع کا اور فرمایا تم نے اپنی لذّتوں اور نعمتوں کا پورا پورا فائدہ اپنی دنیاوی زندگی میں پا لیا پس میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہماری نیکیاں بھی ایسی نہ ہوں جن کا ثواب جلد دیا گیا ہو یعنی دنیا ہی میں پس اس پانی کو نہیں پیا۔

تشریح: یہ عمل حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بلندیٔ مرتبتِ شان تقوٰی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حضرات تھے کہ حلال اور جائز لذتوں سے بھی ڈرتے تھے کہیں آخرت کا ثواب ان نعمتوں کے بدلے کم نہ ہو جاوے اور آج ہمارے ایمان ہیں کہ حرام سے بچنے کا حکم بھی مشکل اور گراں محسوس کرتے ہیں۔ حق تعالےٰ اپنی توفیق سے ہماری مدد فرمائیں۔ آمین

۹۲۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰی فَتَحْنَا خَيْبَرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ (کِتَابُ المغازی بابُ غزوۃ خیبر صہ ۶۰۹ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے کبھی کھجوروں سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ ہم نے خیبر فتح کر لیا۔

بَابُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصِ

(حرص و آرزو کا بیان)

فصلِ اول

۹۳۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُّرَبَّعًا وَّخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْہُ وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰی ھٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِہِ الَّذِیْ ھُوَ فِی الْوَسَطِ فَقَالَ ھٰذَا الْاِنْسَانُ وَھٰذَا اَجَلُہٗ مُحِیْطٌ بِہٖ وَ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ خَارِجٌ اَمَلُہٗ وَھٰذِہِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَأَہٗ ھٰذَا نَھَسَہٗ ھٰذَا وَاِنْ اَخْطَأَہٗ ھٰذَا نَھَسَہٗ ھٰذَا رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔ (بَابُ فی الأمل وطولہ صہ ۹۵۰ ج ۲ ، ترمذی: ابوابُ صفۃ القِیامۃ صہ ۷۲ ج ۲ ، ابن ماجۃ: بَابُ الأَمَلِ والأَجلِ صہ ۳۲۳ ج ۲ ، رقم ۲۷۲۹ ، شَرحُ السُّنَّۃِ صہ ۳۱۸ ج ۷ رقم ۳۹۸۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے چار خط کھینچ کر ایک مربّع بنایا اور

ایک خط مربع کے درمیان کھینچا جو مربع سے باہر نکلا ہوا تھا اور پھر چھوٹے چھوٹے خط درمیان کے خط میں اس کے دونوں جانب کھینچے :
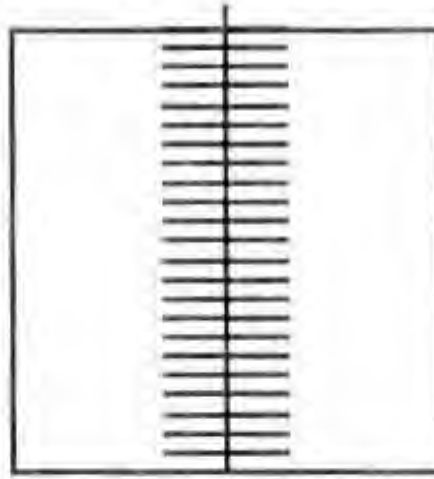
اور فرمایا یہ درمیانی خط انسان ہے اور یہ مربع اس کی موت ہے جو چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ درمیانی خط کا حصہ جو مربع سے باہر ہے وہ اس کی آرزو ہے اور درمیانی خط میں دونوں طرف جو چھوٹے چھوٹے خط ہیں وہ عوارض ہیں (یعنی آفات وبلیات وامراض وغیرہ جو ہر جانب سے آدمی پر متوجہ ہیں کہ اس کو پیش آویں اور ہلاک کریں) پس اگر ایک عارضہ اور حادثہ سے انسان بچ گیا تو پھر دوسرا ہے اور دوسرے سے بچ گیا تو تیسرا ہے (اسی طرح متعدد عوارض وحوادث تاک میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ موت آجاتی ہے)

تشریح : حاصل یہ کہ آدمی امیدیں دراز رکھتا ہے۔ اور ایک آرزو پوری ہوجاتی ہے تو دوسری آرزو کو پورا کرنے میں مصروف ہوجاتا ہے اور انہیں امیدوں میں پھنس کر آخرت کی تیاری سے غافل رہتا ہے کہ

اچانک اسے موت پکڑ لیتی ہے اور بہت سی تمنّاؤں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" پس عقل مند وہ ہے جو آخرت کے کاموں میں غفلت نہ کرے اور اپنے اعمال کو درست رکھے۔

۹۴۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ بخاری: بَابُ مَنْ بَلَغَ سِتِّیْنَ ص ۹۵۰ ج ۲، مسلم: کتابُ الزَّکاۃِ بَابُ کراھَۃِ الحرصِ علی الدُّنیا ص ۳۳۵ ج ۱، ترمذی: ابواب صفۃ القِیَامَۃ ص ۲۷، ج ۲، ابنِ ماجہ بَابُ الْأَمَلِ والأَجَلِ ص ۳۲۲، شَرْحُ السُّنَّۃِ ص ۳۱۶ ج ۷، رقم (۳۹۸۲

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان بوڑھا ہوتا ہے اور دو چیزیں اس میں جوان ہوتی ہیں یعنی مال اور عمر کی زیادتی کی حرص۔

تشریح: انسان بوڑھا ہوتا ہے تو اس کی قوت اور ارادہ میں کمزوری آجاتی ہے اور مال اور عمر کی حرص قوی تر ہو جاتی ہے جیساکہ حضرت رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ
قوتِ برکندنِ او کم شدہ

ترجمہ: بُری عادتوں کی جڑیں تو مضبوط ہوگئیں اوران کو اکھاڑنے والی قوّت گھٹ گئی اور کمزور پڑگئی ؎

آں درخت بد قوی تر می شود
بر کنندہ پیر و مُضطر می شود

ترجمہ: بُرائی کا درخت تو مضبوط ہوتا ہے اور اکھاڑنے والا روز بروز بوڑھا اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔

۹۵۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَزَالُ قَلْبُ الْکَبِیْرِ شَآبًّا فِی اثْنَیْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْیَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ (بخاری بَابُ مَن بلغ ستین سنۃ صہ ۹۵ ج ۲، مسلم: کتَابُ الزکاۃ بَابُ کراھۃ الحرص علی الدُّنیا صہ ۳۳۵ ج ۱ واللفظ للبخاری ابن ماجۃ بَابُ الامل والأجلِ صہ ۳۲۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا بوڑھے کا دل ہمیشہ دو باتوں میں جوان رہتا ہے یعنی دنیا کی محبت میں اور آرزو کی درازی میں۔

تشریح: دُنیا کی محبّت کے سبب اس کو موت سے کراہت ہوتی ہے اور آرزو کی درازی سے نیک اعمال میں تاخیر کرتا ہے۔

۹۶۔ وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْذَرَ اللّٰہُ اِلٰی امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَہٗ حَتّٰی بَلَّغَہٗ سِتِّیْنَ سَنَۃً رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ (بابُ من بَلَغَ ستین سنۃ صہ ۹۵ ج ۲)

ترجمہ: اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی کے لیے اللہ تعالےٰ نے عذر کا کوئی موقعہ نہیں رکھا جس کی موت میں مہلت دی یہاں تک کہ ساٹھ سال کی عمر عطا فرمائی۔

تشریح: یعنی اتنی عمر بخشی اور فرصت دی اور پھر بھی توبہ اور عذر خواہی اپنے رب سے نہ کی اور نہ گناہ چھوڑا۔ آخر عذر کے لیے کیا گنجائش اب اس کے پاس ہے جو کہتا ہے کہ جب بڈھا ہوں گا تو توبہ کرلوں گا اس حدیث سے ۶۰ برس کی عمر والے بوڑھوں کو عمل کی فکر تیز کردینی چاہیے اور عمل کا احساس پیدا ہو جانا چاہیے۔

۹۷- وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَّابْتَغٰى ثَالِثًا وَّلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللهُ عَلٰى مَنْ تَابَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ (بخاری: بَابُ ما يتقى من فتنة المال صہ ۹۵۲ ج ۲ شَرْحُ السُّنَّةِ صہ ۳۱۷ ج ۷ رقم (۳۹۸۵) ابن ماجة بَابُ الأمل والأجل صہ ۳۲۲، مُسلم: كِتَابُ الزكاة بَابُ كَرَاهَةِ الحِرصِ على الدُّنيا صہ ۳۳۵ ج ۱ ترمذی بَابُ مَاجاء لوكان لِابن آدم واديان مِن مالٍ لابتغى ثالثا صہ ۵۹ ج ۲ ، دارمی صہ ۲۵۱ ج ۲ رقم ۲۷۷۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ فرمایا اگر آدمی کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو

جنگل ہوں تب بھی وہ تیسرے جنگل کو تلاش کرے گا اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی مگر (قبر کی) مٹی (یعنی جب تک گور میں نہیں چلا جاتا حرص بھی نہیں جاتی اور یہ حکم بہ اعتبار اکثر کے ہے) اور اللہ تعالےٰ (حرص مذموم سے) جس بندہ کی توبہ کو چاہے قبول کر لیتا ہے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کی حرص قبر ہی میں جا کر ختم ہو گی تو عمل شروع کرنے کے لیے حرص کے ختم ہونے کا انتظار کرنا سخت نادانی ہو گی اور حق تعالےٰ کا فضلِ خاص جس بندہ پر ہو جاوے تو وہ زندگی میں بھی حرص سے پاک ہو جاتا ہے ؎

جوش میں آئے جو دریا رحم کا
گبرِ صد سالہ ہو فخرِ اولیا۔

۹۸۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِیْ فَقَالَ كُنْ فِی الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔

(بخاری : كِتَابُ الرِّقَاقِ بابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صلى الله عليه وسلم كُنْ فِی الدُّنيا كانك غريب او عابر سبيل صـ ۹۴۹ ج ۲، احمد صـ ۲۴ ج ۲ رقم ۴۷۶۳ و صـ ۱۷۹ ج ۲ رقم ۶۱۶۱، ترمذی : بَابُ مَاجاءَ فی قصر الامل صـ ۵۹ ج ۲، شَرْحُ السُّنَّةِ صـ ۲۸۱ ج ۴ رقم ۴۲۲۴)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے میرے جسم کے کسی حصہ کو (یعنی

میرے دونوں مونڈھوں کو پکڑا جیسا کہ حسبِ عادتِ شریفہ آپ ﷺ نصیحت کرتے وقت پکڑتے) اور فرمایا تو دنیا میں اس طرح رہ گویا تو ایک مسافر ہے بلکہ تو راہ کا گذرنے والا ہے اور اپنے آپ کو ان مُردوں میں سے شمار کر جو قبروں کے اندر ہیں۔

تشریح : اس حدیث میں اَوْ معنی میں بل کے ہے اور بل ترقی کے لیے آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسافر تو کہیں کچھ دیر یا کچھ دن کے لیے ٹھہر بھی جاتا ہے لیکن راستہ عبور کرنے والا تو کسی چیز سے دل نہیں لگاتا۔

مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ جس طرح موت کے سبب تمام تعلقاتِ دُنیا سے علیحدگی ہو جاتی ہے اہل، اولاد، رشتہ دار، دوست آشنا مکان، کاروبار سے اسی طرح مومن زندگی ہی میں دل کو حق تعالیٰ کی محبت سے اس طرح معمور کرتا ہے کہ وہ دُنیا میں رہتے ہوئے دُنیا سے الگ رہتا ہے ؎

جہاں میں رہتے ہوئے ہیں جہاں سے بیگانے
بلاکشانِ محبت کو کوئی کیا جانے

اخترؔ

●

دور باش افکارِ باطل دور باش اغیارِ دل
سج رہا ہے شاہِ خوباں کے لیے دربارِ دل

لہ مرقات صہ ۱۲۶، ج ۹

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

اور خود کو اور تمام اہل و عیال اور دولت و مکان وغیرہ کو اللہ تعالے کی ملکیت سمجھتا ہے۔ نہ تو اس کے ہونے سے اتنا خوش ہوتا ہے کہ خُدا کو بھول جاوے اور ان کے لئے حرام اور مکروہ فعل کرنے لگے اور نہ ان کے جانے سے اتنا غم کرتا ہے کہ آخرت سے غافل ہو جاوے یا حق تعالے کی طرف سے شکایت پیدا ہو۔ اسی طرح اپنی خواہشاتِ نفسانیہ سے مُنہ پھیرتا ہے اور دل میں اس کے کوئی مطلوب اور محبوب اور مقصود سوائے حق تعالے شانہ کے نہ ہو اور موت کے سبب تو مجبوراً گناہ نہیں کر سکتا۔ لیکن زندگی میں اختیار ہوتے ہوئے گناہ کو ترک کرتا ہے صبر اور مجاہدہ سے پس ایسا شخص گویا کہ مردوں کے مشابہ ہے تارکِ دنیا ہونے میں۔

اور یہی شرح ہے مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کی۔ ترجمہ: موت اختیار کرو قبل اس کے کہ موت آجاوے۔ پس اختیاری موت کا مفہوم یہی ہے جس کی تشریح اوپر ہوئی یعنی اپنے ارادے اور اختیار کو حق تعالے کی مرضی کے تابع کر دینا۔

فصلِ دوم

۹۹ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَاُمِّیْ نُطَیِّنُ شَیْئًا فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا عَبْدَ اللّٰہِ قُلْتُ شَیْءٌ نُصْلِحُہٗ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ (ابو داود: بَابٌ فِی الْبِنَاءِ صہ ۳۵۴ ج ۲ ' ترمذی: بَابُ ماجاء فی قصرِ الامل صہ ۵۹ ج ۲ ، ابنِ ماجۃ بَابٌ فی البناء والخراب' شَرحِ السُّنَّۃِ صہ ۲۸۱ ۲۸۲ ج ۷ رقم ۳۹۲۵ ، مسند احمد صہ ۶۱۸ ج ۲ رقم ۶۵۰۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے اس حال میں کہ مَیں اور میری ماں مٹّی سے کچھ مرمت یا درستی کر رہے تھے (یعنی دیوار یا چھت کی) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے عبداللہ! یہ کیا ہے؟ یعنی یہ کیا کر رہے ہو؟ مَیں نے عرض کیا ایک چیز ہے یعنی دیوار جس کو ہم درست کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا موت اس سے بھی جلد آنے والی ہے۔

تشریح: گھر کے خراب ہونے سے موت زیادہ قریب تر ہے پس اصلاحِ عمل زیادہ ضروری ہے گھر کی اصلاح اور درستی سے۔ گھر سے

دل لگانا بے کار ہے اور ظاہر یہ ہے کہ گھر کی یہ تعمیر ضرورت کے لیے نہ رہی ہوگی بلکہ صرف زینت اور مضبوطی کے لیے ہوگی ورنہ ضرورت پر تعمیر مذموم نہیں (مظاہرِ حق) (مرقات صـ ۱۲۷، ج ۹)

۱۰۰ا۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُھْرِیْقُ الْمَآءَ فَیَتَیَمَّمُ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ الْمَآءَ مِنْکَ قَرِیْبٌ یَقُوْلُ مَا یُدْرِیْنِیْ لَعَلِّیْ لَآ اَبْلُغُہٗ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ وَابْنُ الْجَوْزِیْ فِیْ کِتَابِ الْوَفَآءِ (شَرْحُ السُّنَّۃ صـ ۲۸۲ ج ۷ رقم ۳۹۲۶، مسند احمد صـ ۳۲۶ ج ۱ رقم ۲۶۱۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کبھی پیشاب کرتے اور مٹی سے تیمّم فرما لیتے۔ مَیں عرض کرتا یا رسول اللہ! پانی قریب ہے۔ آپ فرماتے کس چیز نے مجھ کو بتایا ہے (یعنی کیا خبر ہے) شاید اس پانی تک پہنچ سکوں (یعنی پانی تک پہنچنے سے پہلے موت آجائے)

۱۰۱ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَھٰذَآ اَجَلُہٗ وَوَضَعَ یَدَہٗ عِنْدَ قَفَاہُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُہٗ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ (بَابُ مَاجَاءَ فِیْ قصرِ الامل صـ ۵۹ ج ۲، ابن ماجۃ: بَابُ الْاَمَلِ وَالْاَجَلِ، شَرْحُ السُّنَّۃِ صـ ۳۱۸ ج ۷ رقم ۳۹۸۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی صلی

اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا یہ آدمی ہے اور یہ اس کی موت اور یہ فرما کر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ گُدّی کے قریب رکھا (یعنی موت اتنی قریب ہے) پھر ہاتھ کو پھیلایا (اور گدی سے دور لے گئے) اور فرمایا اس جگہ انسان کی آرزو ہے یعنی دور تر ہے (یعنی موت قریب ہے اور انسان کی آرزو دُور دراز)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ انسان کی موت قریب ہوتی ہے اور وہ دُور دُور کی امیدوں میں مشغول ہوتا ہے اور اس طرح عمل میں سستی اور تاخیر کرتا رہتا ہے کہ اچانک اسے موت آکر اعمال سے محروم کر کے دنیا سے لے جاتی ہے۔ پس اس نادانی سے ہوشیاری ضروری ہے۔

۱۰۲۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَیْنَ یَدَیْہِ وَاٰخَرَ اِلٰی جَنْبِہٖ وَاٰخَرَ اَبْعَدَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا ھٰذَا قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ھٰذَا الْاِنْسَانُ وَھٰذَا الْاَجَلُ اُرَاہُ قَالَ وَھٰذَا الْاَمَلُ فَیَتَعَاطَی الْاَمَلُ فَلَحِقَہُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْاَمَلِ رَوَاہُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّۃِ۔
(شرح السُّنّۃ ص۳۱۷ ج ۷ رقم ۳۹۸۶ ، احمد ص۲۲ ج ۳ رقم ۱۱۱۳۸)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنے سامنے ایک لکڑی زمین

میں گاڑی پھر ایک لکڑی اس لکڑی کے پہلو میں اور ایک لکڑی ان سے بہت دُور نصب کی اور پھر فرمایا تم جانتے ہو یہ کیا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ لکڑی (یعنی پہلی لکڑی) انسان ہے اور یہ لکڑی (دوسری جو اس کے پہلو میں ہے) موت ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ تیسری لکڑی کی نسبت میرا یہ خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا اور یہ اُمید ہے انسان اُمید اور آرزؤں میں گرفتار رہتا ہے کہ موت آرزؤں کے ختم ہونے سے پہلے آجاتی ہے۔

تشریح: پس امیدوں کے ساتھ پوری طرح عمل کی فکر و محنت بھی کرتا رہے تاکہ موت جب آوے تو عمل کی حسرت نہ رہے اور آخرت کا نقصان نہ ہو۔

۱۰۳ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلٰی سَبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَذُكِرَ حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ الشِّخِّیْرِ فِیْ بَابِ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ۔ (ابن ماجة: بَابُ الأملِ والأجَلِ ص۳۱۲ ، ترمذی: بابُ ماجاء فی اعمار هذه الامة ص۵۹ ج۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ

اور ستر سال کے درمیان میں ہیں اور بہت کم ہیں ایسے لوگ جن کی عمر اس سے زیادہ ہو۔

لہٰذا زیادہ زندگی کی اُمید سے عمل میں تاخیر نہ کرے۔
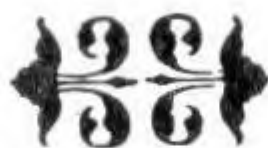
فصلِ سوم

۱۰۴۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔ (مجمع الزوائد ص ۲۴۷ ج ۱۰ رقم ۱۷۸۶۲، بیہقی ص ۴۲۷ ج ۷ رقم ۱۰۸۴۴)

ترجمہ: حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کی پہلی نیکی یقین اور زہد ہے اور پہلا فساد بخل اور آرزو ہے

تشریح: یقین سے مُراد یہ ہے کہ حق تعالےٰ کے رزّاق ہونے پر یقین ہو جیساکہ ارشاد ہے : وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا[1] ترجمہ : اور نہیں ہے چلنے والا کوئی زمین پر مگر اس کی روزی حق تعالےٰ کے ذمہ ہے اور یہ ذمہ بطور احسان و فضل کے ہے یعنی وجوب تفضّلی اور احسانی ہے نہ کہ وجوبِ قانونی اور ضابطہ اور زہد کا مفہوم بے رغبت ہونا ہے دنیائے فانی سے پس جب حق تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین ہو گا بخل نہ کرے گا اور جب دُنیا سے بے رغبت ہو گا زیادہ آرزو میں مبتلا

---

[1] سورۃ ہود پارہ ۱۲ آیت ۶

ہو کر اعمال سے غافل نہ ہوگا۔ حصول کے لحاظ سے چار باتوں پر یقین پیدا ہو جاوے تو دین کامل عطا ہو۔

۱/ اللہ تعالےٰ کی توحید پر یقین ہونا کہ بدوں اس کے حکم کے کچھ نہیں ہوتا۔

۲/ اللہ تعالےٰ کی رزق کی ضمانت پر یقین رکھنا۔

۳/ اللہ تعالےٰ کا اعمالِ نیک پر جزا اور اعمالِ بد پر سزا دینے کا یقین ہونا۔

۴/ اللہ تعالےٰ کا تمام اعمال اور احوال پر مطلع ہونے کا یقین ہونا۔

اگر ان چاروں باتوں پر یقین ایسا حاصل ہو جو دل میں اتر جاوے تو انسان آخرت کے اعمال کے لیے فارغ ہو جاتا ہے اور غفلت اور سستی سے ہلاک نہیں ہوتا یہ ارشاد شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو صاحبِ مظاہرِ حق نے نقل کیا ہے اور شیخ قطب وقت امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے سالک کو دو باتیں حجاب میں رکھتی ہیں ایک رزق کی فکر دوسرے خوف کرنا مخلوق سے۔

۱۰۵/ وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ لَيْسَ الزُّهْدُ فِى الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيْظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشَا اِنَّمَا الزُّهْدُ فِى الدُّنْيَا قَصْرُ الْاَمَلِ رَوَاهُ فِىْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔ (ص ۳۱۸ ج ۷)

رقم ۳۹۸۸)

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ دُنیا میں زہد اس کا نام نہیں کہ موٹے اور سخت کپڑوں کو پہن لیا جائے اور بے مزہ کھانا کھا لیا جائے بلکہ زہد حقیقت میں آرزوؤں کی کمی کا نام ہے۔

تشریح: پس زہد کا مفہوم قلب کا دنیا سے بیزار ہونا اور آخرت کی طرف راغب رہنا ہے یعنی دنیا اس کے پاس ہو لیکن دل میں نہ ہو وہ زاہد ہے اور اگر دُنیا پاس نہیں ہے مگر دل میں حرصِ دنیا گھسی ہوئی ہے تو یہ شخص زاہد نہیں۔

جس طرح کشتی کے نیچے پانی مضر نہیں بلکہ اس کی روانی کا ذریعہ ہے لیکن پانی کا کشتی کے اندر گھسنا اس کے ڈبونے اور ہلاکت کا سبب ہے اسی لیے فرمایا آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ ترجمہ: مالِ صالح اچھا ہے مَردِ صالح کے لیے۔ (مِرقَاۃ صہ ۱۳۲-۱۳۳، ج ۹)

یعنی صالح آدمی کے پاس جو مال ہوتا ہے وہ صحیح مصرف میں استعمال ہونے سے وہ بھی صالح ہو جاتا ہے۔ پس بعض صوفیاء نے اپنے نفس کو حقیر رکھنے کے لیے عوام جیسا لباس پہنا ہے اور بعض نے امیروں کا لباس پہنا ہے اپنا حال چھپانے کے لیے۔ لیکن اس لباس سے ان کو تفاخر نہیں ہوتا اور ضرورت پر وہ قیمتی کپڑے میں کمبل یا ٹاٹ کا پیوند بھی لگانے سے عار نہیں محسوس کرتے یعنی ان کی نظر میں کمخواب اور کمبل اور موٹے

کپڑے برابر ہوتے ہیں۔

۱۰۶ا۔ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَّسُئِلَ أَيُّ شَيْءٍ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَالَ طِيبُ الْكَسْبِ وَقَصْرُ الْأَمَلِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۔ (ص ۴۰۶، ج ۷، رقم (۱۰۷۷۹)

ترجمہ: حضرت زید بن حسین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا دنیا میں زہد کس چیز کا نام ہے؟ اس کے جواب میں امام مالکؒ نے فرمایا حلال کسب (روزی) اور امیدوں کی کمی۔

تشریح: کسب سے مراد کھانے پینے کی چیزیں جو حلال ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو فرمایا كُلُوا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا[1] ترجمہ: حلال طیب کھاؤ اور اچھا عمل کرو۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکیزہ اعمال کو پاکیزہ غذا سے خاص تعلق ہے اسی طرح حرام غذا سے حرام اعمال پیدا ہوتے ہیں۔

اور فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ سورۃ البقرۃ پارہ ۲ آیت ۱۷۲۔

ترجمہ: اے ایمان والو حلال چیزیں ہم نے تم کو جو دی ہیں ان

[1] سورۃ المؤمنون پارہ ۱۸ آیت ۵۱

کو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اور آرزو کا مختصر ہونا اس وقت مفید ہے جب کہ موت کے خوف سے آخرت کی تیاری یعنی اعمالِ صالحہ میں لگا رہے اسی طرح دنیا سے بے رغبتی (یعنی زہد) اس شرط سے مفید ہے کہ دُنیا کی یہ بے رغبتی آخرت کی رغبت کا سبب بن جاتے۔

اور اگر کوئی شخص کہے کہ کسبِ حلال کو زہد میں کیا دخل ہے جو روایتِ بالا میں مذکور ہے تو جواب یہ ہے کہ بہت سے نادان کم علم سمجھتے ہیں کہ ترکِ دنیا اور موٹے کپڑے پہننے اور سوکھی روٹی کھانے کا نام زہد ہے لہٰذا اس روایت سے اس عقیدہ کی اصلاح مقصود ہے یعنی زہد کی حقیقت یہ ہے کہ حلال کھاوے اور بقدرِ ضرورت پر قناعت کرے اور آرزو کو مختصر رکھے جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زہد اس کا نام نہیں کہ نعمتِ حلال کو اپنے اوپر حرام کرلے۔ یا اپنے مال کو ضائع کردے بلکہ زہد دنیا میں یہ ہے کہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ اعتماد اس پر کرے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمُرِ لِلطَّاعَةِ

اللہ کی اطاعت کے لیے مال اور عمر سے محبت رکھنے کا بیان

فصل اوّل

۱۰۷ا۔ وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَذُکِرَ حَدِیْثُ ابْنِ عُمَرَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اِثْنَیْنِ فِی بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ۔

مسلم: کتاب الزھد ص ۲۹۶۵ مسلم: کِتَابُ فضَائِلِ القُراٰنِ، بابُ فَضْلِ مَنْ یقوم بالقراٰن ص ۲۷۲ ج ۱، بخاری: کتاب فضائلِ القرآن باب اغتباط صاحب القرآن ص ۷۵۱ ج ۲، ترمذی: بابُ ماجاء فی الحسد ص ۱۵ ج ۲، ابن مَاجۃ بَابُ الحسد ص ۳۱، شرحُ السُّنّۃِ ص ۳۱۹ ج رقم ۳۹۸۸)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ متقی غنی اور گوشہ نشین بندے کو پسند کرتا ہے۔

تشریح: متقی اس شخص کو کہتے ہیں جو ممنوع چیزوں سے بچے یا اپنا مال

لہو ولعب میں نہ خرچ کرے اور بعضوں نے کہا کہ متقی وہ جو حرام اور شبہات سے بچے اور پرہیز رکھے نفس کی بری خواہشات سے اور مباحات سے اور غنی سے مراد مالداری کے ساتھ تونگری ہے یا دل کا غنی ہونا ہے اور دونوں باتوں کا جمع ہونا منافی نہیں کہ ظاہری مالداری کے ساتھ دل بھی غنی ہو اور حاصل یہ کہ مراد یہاں غنی شاکر ہے۔

بعضوں نے اس حدیث سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ غنی شاکر افضل ہے فقیر صابر سے لیکن تحقیق یہی ہے کہ فقیر صابر افضل ہے غنی شاکر سے اور خفی سے مراد یہ ہے کہ یا تو گوشہ نشین ہو سب سے انقطاع ہو اور یکسو ہو کر اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہتا ہو یا مراد یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہو اور اس حدیث سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ گوشہ نشینی افضل ہے اختلاط سے ۔(مرقات ۱۳۴ ج ۹)

فصلِ دوم

۱۰۸ا۔ وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَسَآءَ عَمَلُہٗ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ

(ترمذی بَابُ ماجاءَ فی طُولِ العُمُرِ للمؤمنِ صہ ۵۹ ج ۲' دارمی صہ ۳۴۴ ج ۲ رقم ۲۷۴۲' مسند احمد صہ ۵۰ ج ۵ رقم ۲۰۴۴۰ شرحُ السُّنّۃِ صہ ۳۱۹ ج ۷ رقم ۳۹۹۰)

ترجمہ: حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ کون سا آدمی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔ پھر پوچھا اور کون سا آدمی بُرا ہے؟ فرمایا جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل بُرے ہوں۔

تشریح: اچھے عمل زیادہ ہونے سے زندگی اچھی اور بُرے عمل کے زیادہ ہونے سے زندگی بُری ہو جاتی ہے اور اگر بھلائی اور بُرائی برابر برابر ہو تو ایک لحاظ سے وہ خیر ہے اور ایک لحاظ سے شر ہے اور یہ صورت نادر ہے

۱۰۹ا۔ وَعَنْ عُبَیْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰخَی بَیْنَ رَجُلَیْنِ فَقُتِلَ اَحَدُھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَہٗ بِجُمُعَۃٍ اَوْ نَحْوِھَا فَصَلُّوْا عَلَیْہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلّٰی

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰہَ اَنْ یَّغْفِرَلَہٗ وَ یَرْحَمَہٗ وَیُلْحِقَہٗ لِصَاحِبِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَیْنَ صَلٰوتُہٗ بَعْدَ صَلٰوتِہٖ وَعَمَلُہٗ بَعْدَ عَمَلِہٖ اَوْقَالَ صِیَامُہٗ بَعْدَ صِیَامِہٖ لَمَا بَیْنَہُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَآئِیُّ۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد بابٌ فی النور یُریٰ عند قبر الشہید صہ ۳۴۱ ج ۲، النسائی کتاب الجنائز باب الدعاء صہ ۲۸۱ ج ۱، مسند احمد صہ ۶۰۵ ج ۳ رقم ۱۶۸۰، شرح السنۃ صہ ۳۲ ج ۷، رقم ۳۹۹۱)

ترجمہ: حضرت عبید بن خالد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان اُخوت کرا دی تھی (یعنی بھائی بھائی بنا دیا تھا) ان میں سے ایک شخص اللہ کی راہ میں مارا گیا اس کے بعد دوسرا بھی ایک ہفتہ یا قریب ایک ہفتہ کے بعد (اپنے بستر پر) مرگیا۔ صحابہؓ نے اس شخص کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ تم نے نماز میں کیا پڑھا؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم نے اس کے لیے دُعا کی کہ اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرمائے اور اس کو اس کے ساتھی کے پاس پہنچا دے (جو شہید ہوا ہے) نبی صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے یہ سُن کر فرمایا اس کی وہ نماز کہاں گئی جو اس نے اپنے ساتھی کے شہید ہونے کے بعد پڑھی اور وہ عمل کہاں گیا جو اس نے اسکے بعد کیا یا آپؐ نے یہ الفاظ فرمائے کہ اس کے وہ روزے

کہاں گئے جو اس کے بعد اس نے رکھے ہیں (یعنی جب تم نے شہید کے برابر مرتبے پر پہنچنے کی دُعا اس کے لیے کی ہے تو اس کے ان اعمال کا ثواب کیا ہوا یعنی اس کا مرتبہ شہید سے زیادہ ہے) پھر آپ ﷺ نے فرمایا جنت کے اندر دو شخصوں کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ اس فاصلے سے زیادہ ہے جو زمین اور آسمان کے درمیان ہے۔

تشریح: مراد یہ ہے کہ دوسرے شخص کا درجہ شہید سے زیادہ ہوا بوجہ اس کے اعمالِ صالحہ کے جو اس نے کیے اس کی شہادت کے بعد لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ شہادت کا درجہ تو بہت زیادہ ہے اور اعمال سے خصوص جو جہاد کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا۔ جواب یہ ہے کہ دوسرا شخص بھی مرابط تھا۔ یعنی جہاد کی سرحد پر نگہبانی کرتا تھا اور نیت شہادت کی رکھتا تھا پس اپنی نیت کے مطابق جزا دیا گیا۔

١٠١١۔ وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَۃَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَیْہِنَّ وَاُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْہُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْہِنَّ فَاِنَّہٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَۃٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلِمَۃً صَبَرَ عَلَیْہَآ اِلَّا زَادَہُ اللّٰہُ بِہَا عِزًّا وَّلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَۃٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ بَابَ فَقْرٍ وَّاَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُکُمْ فَاحْفَظُوْہُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْیَا لِاَرْبَعَۃِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَّزَقَہُ اللّٰہُ مَالًا وَّعِلْمًا فَھُوَ

يَتَّقِىْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ رَحِمَهٗ وَيَعْمَلُ لِلّٰهِ فِيْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَّزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِىْ مَالًا لَّعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَّعَبْدٍ رَّزَقَهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَتَخَبَّطُ فِىْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَّا يَتَّقِىْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْمَلُ فِيْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَّمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِىْ مَالًا لَّعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ وَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ۔

(ترمذی : کِتَابُ الزُّھدِ بابُ ماجاء مثل الدنیا مِثلُ اَربَعَةِ نَفَرٍ ص ۵۸ ج ۲ ومسند احمد ص ۲۸۳ ج ۴ رقم ۱۸۵۴ وابن ماجة کِتَابُ الزھدِ بَابُ النُّنَّة ص ۳۲۲ شرحُ السُّنَّة ص ۳۲۰ ج ۷ رقم ۹۹۲)

ترجمہ: حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ حق ہیں اور تم سے میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں تم اس کو محفوظ رکھو۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں یہ ہیں کہ بندہ کا مال صدقہ اور خیرات کرنے سے کم نہیں ہوتا (یعنی صدقہ کرنا اگرچہ بظاہر صورت میں نقصان ہے لیکن چوں کہ دنیا

میں موجب خیر و برکت اور آخرت میں حصولِ ثواب کا سبب ہے، اِس لیے حکم میں زیادتی کرے ہے نہ کہ نقصان کرے) اور جس بندہ پر ظلم و زیادتی کی جائے اور وہ اس پر صبر کرے اللہ تعالےٰ اس کی عزت کو بڑھاتا ہے (یعنی اپنے نزدیک اس کو زیادہ معزّز بنا لیتا ہے جس طرح ظالم کو اپنے نزدیک ذلیل رکھتا ہے یا مظلوم کی عزت انجام کار دنیا میں بڑھا دیتا ہے جس طرح ظالم کو ظلم کے سبب ایک دن ذلّت کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے اور اکثر معاملہ برعکس کر دیا جاتا ہے کہ ظالم کو مظلوم کے آگے ذلیل کر دیا جاتا ہے) اور جس بندہ نے سوال کا دروازہ کھولا (یعنی بغیر حاجت و ضرورت محض زیادتیِ مال کی غرض سے لوگوں سے مانگنا شروع کیا) اللہ تعالےٰ اس کے لیے فقر و افلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے (کہ طرح طرح کی حاجتیں اس کو پیش آتی ہیں یا اس سے وہ نعمت چھین لیتا ہے جو اس کے پاس ہے جس سے وہ نہایت خرابی میں پڑ جاتا ہے) اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس حدیث کا میں نے ذکر کیا تھا اب اس کا بیان کرتا ہوں اس کو یاد رکھو دنیا چار آدمیوں کے لیے ہے ایک تو اس بندہ کے لیے جس کو اللہ تعالےٰ نے مال اور علم عطا فرمایا پس وہ مال کو خرچ کرنے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے (اور حرام کاموں میں خرچ نہیں کرتا) اور رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے اور اس مال میں سے مال کے حق کے موافق اللہ کے لیے خرچ کرتا ہے (مثل زکوٰۃ اور کفّارات اور

ضیافت وصدقات) اس شخص کا بڑا درجہ ہے اور دوسرا وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے علم عطا فرمایا اور مال عطا نہیں فرمایا یہ بندہ علم کے سبب سچی نیت رکھتا ہے اور یہ آرزو کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں شخص کی طرح اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا اس کو بھی پہلے بندہ کی مانند اجر ملے گا اور ثواب میں دونوں برابر ہوں گے اور تیسرا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے مال دیا اور علم نہیں دیا۔ پس علم نہ ہونے کے سبب وہ اپنے مال کو بُری طرح خرچ کرتا ہے نہ تو خرچ کرنے میں اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے نہ رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے۔ نہ اللہ تعالےٰ کا حق اپنے مال سے نکالتا ہے نہ بندوں کا حق ادا کرتا ہے یہ بندہ بدترین مرتبہ کا ہے اور چوتھا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال بھی نہیں دیا اور علم بھی نہیں دیا وہ کہتا ہے اگر میرے پاس مال ہوتا تو مَیں فلاں شخص کی طرح خرچ کرتا (یعنی بُرے کاموں میں) یہ بندہ اپنی نیت کے سبب مغلوب ہے اور اس کا گناہ تیسرے شخص کے گناہ کے مانند ہے۔

تشریح: یہاں نیت سے مُراد عزمِ معصیت ہے آدمی گناہ کے ارادہ پر پکڑا جاتا ہے اور عزم وارادہ سے یہاں مُراد یہ ہے کہ اس کی طرف سے گناہ کرنے میں کوئی رُکاوٹ نہ تھی مگر اس کو کوئی مجبوری پیش آئی جس سے گناہ پر قدرت نہ پاسکا اور اگر قدرت پاتا تو ضرور گناہ کرلیتا۔ پس زنا کا ارادہ کیا تو اس ارادہ کا گناہ ملے گا البتہ زنا کے ارادہ کا گناہ زنا کے برابر نہیں ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ گناہ کا اگر صرف وسوسہ شیطان ڈالے تو اس کو ہاجس کہتے ہیں اس درجہ میں عمل کا ارادہ نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا اس کے بعد درجہ ہَمّ کا ہے یعنی قصداً اور نیت کرنا کسی عمل کا پس خیر اور اچھے عمل کی نیت پر بھی کامل عمل کا ثواب ملتا ہے اور بُرے عمل کی نیت پر معین لکھا جاتا ہے اور اس کے بعد درجہ عزم کا ہے جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا اس پر مواخذہ ہوگا۔

۱۱۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهٗ فَقِيْلَ وَكَيْفَ يَسْتَعْمِلُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ يُوَفِّقُهٗ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ (كِتَابُ الزُّهْدِ بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا لِأَهْلِ الْجَنَّةِ صہ ۳۶ ج ۲ ومسند احمد صہ ۱۰۶ ج ۳ رقم ۱۲۰۴۲ شَرْحُ السُّنَّةِ صہ ۳۲۱ ج ۷ رقم ۳۹۹۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰے جب کسی بندہ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے بھلائی کے کام کراتا ہے۔ پوچھا گیا کہ اللہ تعالٰے بھلائی کے کام کیونکر کراتا ہے یا رسول اللہ! فرمایا موت سے پہلے اس کو عمل نیک کی توفیق مرحمت فرماتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے زندگی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس میں زیادہ نیک کام کرسکتا ہے۔

۱۱۲- وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوٰىهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ (ترمذی ابوابُ صفۃ القِیامَۃِ بابُ استِحْبابُ طولِ العمر للطاعَۃِ وغنی المال للخیر صہ۲۷ ج ۲ ، ابن مَاجَۃ کتاب الزھد بابُ ذکرِ الموت واسْتِعدَادِ لہٗ صہ۳۲۴ شَرحُ السُّنّۃِ : کِتابُ الرقاق بابُ الاجتنابِ مِن الشَّھوات صہ۳۲۳ ج ۷ رقم ۴۰۱۱ - ۴۰۱۲) بیھقی صہ۳۵۰ ج ۷ رقم (۱۰۵۴۶)

ترجمہ : حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا عاقل و محتاط شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو ذلیل اور فرماں بردار کرے اللہ تعالےٰ کے امر کا اور عمل کرے مابعد موت کے لیے اور احمق و نادان وہ شخص ہے جو اپنے نفس کی خواہشات کا غلام ہو اور اللہ تعالےٰ سے بخشش کا آرزومند ہو۔

تشریح : یعنی بُرے اعمال کے ساتھ حق تعالےٰ سے یہ نیک اُمید رکھتا ہے کہ میرا رب کریم اور غفور ہے اور بُرائی کو ترک نہیں کرتا یہ سخت دھوکہ ہے کہ حق تعالےٰ نے فرمایا : اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ[1] ○ ترجمہ : تحقیق کہ اللہ تعالےٰ کی رحمت نیک کاروں اور صالحین کے قریب ہے اور ارشاد ہے : اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

---

[1] سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ پارہ ۹ آیت ۵۶

وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ۝[1] میں غفور و رحیم ہوں اور بلاشبہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔ حاصل یہ کہ نیک عمل کر کے اُمیدوار رہے اور قبولیت کی دُعا کرتا رہے اور ڈرتا رہے اس کے عذاب سے۔

علماء و مشائخ فرماتے ہیں کہ گناہ پر دلیر رہنا اللہ تعالےٰ کی رحمت کے سہارے پر یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ صفتِ رزّاقیت پر اعتماد کر کے کیا کوئی گھر بیٹھتا ہے؟ کہ روزی اس کے منہ میں آوے گی۔ وہاں تو رات دن دوڑے دوڑے پھرتے ہیں اور صفتِ غفوریت پر اتنا یقین کہ اعمالِ صالحہ چھوڑ کر گناہوں پر دلیر ہیں یہ محض حماقت اور دھوکہ نہیں تو کیا ہے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدون عمل کے جنت کو طلب کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے اور اُمیدِ شفاعت رکھنا بے سبب و بے علاقہ ایک قسم ہے۔ رب کی اور رحمت کی اُمید رکھنا بغیر عمل و اطاعت جہالت و حماقت ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدون نیک اعمال کے آرزو اور امیدیں رکھنا یہ احمقوں کی وادی ہے ایسی باطل اُمیدوں سے شیطان نے ان لوگوں کو بے وقوف اور بے عمل بنا رکھا ہے۔ بعض نے کہا دانِ نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال کا محاسبہ روز کرے اگر اچھے اعمال ہوں تو شکر کرے۔ بُرے اعمال ہوں تو توبہ کرے اور تلافی کرے۔ قبل اس کے کہ قیامت کے دن حساب ہو۔

---

[1] سورۃ الحجر پارہ ۱۴ آیت ۴۹-۵۰

فصلِ سوم

۱۱۳۔ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحٰبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى رَأْسِهٖ اَثَرُ مَاءٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِيْ ذِكْرِ الْغِنٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَأْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى وَطِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ رَوَاهُ اَحْمَدُ۔ (مسند احمد صـ ۴۳۵، ج ۵ رقم ۲۳۲۲۰، وصـ ۴۴۵ ج ۵ رقم ۲۳۲۹۰)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تشریف لائے آپؐ کے سرِ مبارک پر غسل کرنے کی تری تھی۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! اس وقت ہم آپ کو خوش دیکھتے ہیں۔ فرمایا ہاں! راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد لوگ دولت مندی کی گفتگو میں مشغول ہو گئے (کہ وہ اچھی ہے یا بُری) رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے (یہ گفتگو سُن کر) فرمایا جو شخص اللہ تبارک وتعالے سے ڈرے اس کے لیے دولت مندی بُری چیز نہیں ہے اور متقی کے لیے صحت (جسمانی) دولت سے بہتر

ہے اور خوش دلی و خوش حالی اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔

۱۱۴؎ وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ الْمَالُ فِيْمَا مَضٰى يُكْرَهُ فَأَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا هٰذِهِ الدَّنَانِيْرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَاءِ الْمُلُوْكُ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِيْ يَدِهٖ مِنْ هٰذِهٖ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ فَإِنَّهٗ زَمَانٌ إِنِ احْتَاجَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ يَبْذُلُ دِيْنَهٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔

(شَرْحُ السُّنَّة كتَابُ الرِّقَاقِ بَابُ إِسْتِحْبَابِ طُوْلِ الْعُمْرِ وَ تمنى المال للخير ص ۳۲۱ ج ۷ رقم ۳۹۹۳)

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا لیکن آج کل مال مومن کی ڈھال ہے حضرت سفیان کہتے ہیں کہ اگر یہ دینار ہمارے پاس نہ ہوتے تو یہ بادشاہ ہم کو اپنا رومال بنا ڈالتے یعنی ذلیل و خوار بنا دیتے اور حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس کچھ مال ہو اس کو چاہیے کہ اس کی اصلاح کرے (یعنی اس کو بڑھانے کی تدبیریں کرے اور ضائع ہونے سے بچائے) اس لیے کہ ہمارا یہ زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اگر اس میں کوئی محتاج ہو گا تو وہی سب سے پہلا شخص ہو گا جو اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دے گا اور حضرت سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مالِ حلال فضول خرچی میں ضایع نہیں ہوتا۔

تشریح: یعنی مالِ حلال میں اسراف نہ کرنا چاہیے اور احتیاط سے خرچ کرے تاکہ زیادہ دن تک دین کی تقویت کا سبب رہے۔ یا مُراد

یہ ہے کہ مالِ حلال کم ہوتا ہے اور اس قدر نہیں ہوتا کہ اس کو فضول کاموں میں اڑایا جاوے۔

۱۱۵۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِىْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّيْنَ وَهُوَ الْعُمُرُ الَّذِىْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ
(صہ ۲۶۴ ج ۷، رقم ۶۰۲۵۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا (فرشتہ) یہ اعلان کرے گا کہ ساٹھ برس کی عمر والے لوگ کہاں ہیں اور یہ عمر وہ عمر ہے جس کی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ[1] یعنی کیا ہم نے تم کو ایسی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کرے حالانکہ تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا (یعنی بڑھاپا یا قرآن یا رسول یا موت)

۱۱۶۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِىْ عُذْرَةَ ثَلٰثَةً اَتَوُا النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا

---

[1] سورۃ الفاطر، پارہ ۲۲، آیت ۳۷

فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَأَيْتُ هٰؤُلَآءِ الثَّلٰثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَأَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا يَلِيْهِ وَاَوَّلَهُمْ يَلِيْهِ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْكَرْتَ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ يُّعَمَّرُ فِي الْاِسْلَامِ لِتَسْبِيْحِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ ۔ (مسند احمد ص ۲۰۴، ج ا رقم ۱۴۰۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ (اور بہ نیت مجاہدہ ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور وہ فقر وفاقہ والے تھے) آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کون ہے جو ان کی خبرگیری سے مجھ کو آگاہ کرے!

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں ان کی خبرگیری کروں گا وہ تینوں آدمی حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس رہے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ ان تینوں

میں سے ایک شخص اس لشکر میں گیا اور شہید ہُوا۔ پھر ایک اور لشکر آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بھیجا اس میں دوسرا شخص گیا اور شہید ہوا۔ پھر تیسرا شخص اپنے بستر پر مَر گیا راوی کا بیان ہے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ مَیں نے ان تینوں کو خواب میں جنت کے اندر دیکھا۔ جو شخص بستر پر مرا تھا وہ سب سے آگے تھا اور جو دوسرے لشکر میں شہید ہوا وہ اس کے پیچھے تھا اور سب سے پہلا شخص جو پہلے لشکر میں شہید ہُوا تھا سب سے آخر میں تھا۔ میرے دل میں اس سے شبہ پیدا ہُوا اور اس کا ذکر مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیا۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور ان میں سے تو نے کس چیز کا انکار کیا یعنی ان میں سے کون سی ایسی بات تجھ کو نظر آئی جو شبہ اور انکار کا باعث ہوئی اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس مسلمان سے زیادہ بہتر کوئی شخص نہیں ہے جس نے اسلام میں زیادہ عمر پائی اور اس کو زیادہ تسبیح و تکبیر و تہلیل کا موقع ملا۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب وہی ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے حدیث بن خالد میں یعنی دوسرا شخص جو شہید تو نہ تھا گر وہ مرابط تھا یعنی سرحد کا نگہبان اور شہید ہونے کی نیت رکھتا تھا تو اپنی نیت کا ثوابِ شہادت بھی ملا اور جتنے دن زندہ رہا ان دنوں کے نیک اعمال کا ثواب الگ ملا۔ اس لیے یہ افضل رہا سابق سے۔

۱۷۱۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عُمَیْرَۃَ وَکَانَ مِنْ اَصْحٰبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْخَرَّ عَلٰی وَجْہِہٖ مِنْ یَوْمٍ وُّلِدَ اِلٰی اَنْ یَّمُوْتَ ھَرِمًا فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ لَحَقَّرَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّہٗ رُدَّ اِلَی الدُّنْیَا کَیْمَا یَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ رَوَاھُمَا اَحْمَدُ ۔ (مسند احمد ص ۲۲۷ ج ۴ رقم ۹۸ - ۱۷۶)

ترجمہ: حضرت محمد بن ابی عمیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی بندہ پیدائش کے دن سے بوڑھا ہو کر مرنے تک اللہ تعالےٰ کی اطاعت وعبادت میں سرنگوں رہے تو وہ البتہ اپنی اس عبادت واطاعت کو قیامت کے دن حقیر خیال کرے گا اور یہ آرزو کرے گا کہ اس کو پھر دنیا میں واپس کر دیا جائے تا کہ اس کا اجر و ثواب زیادہ ہو جائے۔

تشریح: یعنی جب اپنی عبادتوں کا ثواب اور انعام اپنے رب کی طرف سے دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ اور زیادہ عبادت کے لیے دوبارہ زندگی عطا فرما کر پھر دُنیا میں بھیج دیا جاوے ۔

بَابُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ

توکّل اور صبر کا بیان

توکّل کی حقیقت : توکّل کی حقیقت یہ ہے کہ رزق میں اللہ تعالیٰ کے ضامن ہونے پر اعتماد اور بھروسہ ہو اور رزق کے اسباب اور وسائل کا ترک کرنا توکل کے لیے شرط نہیں بلکہ تدابیر اختیار کر کے اس سے نظر ہٹا لینا اور حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا توکل ہے اور یہ یقین کرنا کہ اسباب و تدابیر کچھ مفید نہیں ہو سکتے اگر حق تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔

اور صبر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے اور ان کی حرام اور منع کی ہوئی باتوں سے بچنے کی تکلیف کو خوشی خوشی برداشت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اس پر ثواب کی اُمید رکھنا۔ اسی طرح مصائب میں تقدیرِ الٰہی پر راضی رہتے ہوئے دُعائے عافیت مانگتے رہنا اور الحمد للہ علیٰ کلِّ حال کہنا اور اس حالت کو بھی اپنے لیے خیر سمجھنا اور کفارۂ سیّات اور رفع درجات کا وسیلہ سمجھنا صبر کہلاتا ہے۔

تفصیل کے لیے احقر مؤلف کا رسالہ تکمیل الاجر بتحصیل الصبر کا مطالعہ اس باب میں نہایت مفید اور اس پر عمل قرب و رضاءِ حق اور حصولِ ولایت

کا ان شاء اللہ تعالےٰ وسیلہ ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ صبر کی چار قسمیں ہیں :

۱ر نفس کو ہر طاعت پر قائم رکھنا ۔

۲ر ہر گناہ سے نفس کو روکنا ۔

۳ر فضول دنیا یعنی بے ضرورت دنیا سے صبر ۔ (مرقات (۱۴۷-۱۴۸) ج ۹

۴ر دینی یا دنیوی مصائب پر صبر کرنا ۔ ایسا شخص گناہوں سے امن میں رہے گا اور دنیا کی بلاؤں سے اور آخرت کے عذاب سے چھٹکارا پاویگا۔

فصلِ اوّل

۱۱۸ ـ وَعَنْ صُهَيْبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ لَہٗ خَیْرٌ وَّلَیْسَ ذٰلِکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّآءُ شَکَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ (مُسْلِم : بَابُ فِی اَحَادِیْثِ مُتَفَرِّقَۃٍ صہ ۴۱۳ ج ۲ مسند احمد صہ ۴۰۷، ج ۴ رقم ۱۸۹۶۳)

ترجمہ: حضرت صہیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی شان عجیب ہے اس کے تمام کام اس کے لیے خیر ہیں اور یہ شان صرف مومن کے ساتھ مخصوص ہے کہ اگر اس کو خوشی حاصل ہو (یعنی فراخی رزق، خوشحالی چین اور توفیق طاعت وغیرہ نعمتیں) شکر کرتا ہے۔ پس یہ شکر اس کے لیے خیر ہے اور اگر کوئی مصیبت پہنچے (یعنی فقر مرض اور رنج) صبر کرتا ہے پس یہ صبر بھی اس کے لیے خیر ہے۔

تشریح: مقام صبر و شکر دونوں بلند مرتبہ ہیں اور دونوں پر ثواب مرتب ہوتا ہے لیکن مومنِ کامل جو نہیں ہوتا اس کو جب خوشی اور دولت ملتی ہے تو تکبر اور خلافِ شرع باتیں کرنے لگتا ہے اور اگر ضرر پہنچتا ہے

تو رونا چلانا اور ناشکری اور شکایت و اعتراض اللہ پر کرتا ہے اور مومن کامل دونوں حالتوں میں الحمدللہ علی کل حال کہتا ہے۔

۱۱۹۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَیْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِیْفِ وَفِیْ کُلٍّ خَیْرٌ اِحْرِصْ عَلٰی مَا یَنْفَعُکَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَکَ شَیْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّیْ فَعَلْتُ کَانَ کَذَا وَکَذَا وَلٰکِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰہُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطٰنِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (مسلم : باب الایمان بالقدر ص ۳۳۸ ج ۲، مسند احمد ص ۲۸۶ ج ۲ رقم ۸۸۱۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن قوی (یعنی قوی ایمان و اعتقاد و توکل و جہاد اور صبر و نصیحت و تعلیم خیر کرنے میں) بہتر اور اللہ کے نزدیک محبوب ہے مومن ضعیف سے اور ہر مومن میں (قوی ہو یا ضعیف) نیکی ہے۔ جو چیز تجھ کو نفع پہنچاتے اس پر حرص کر (یعنی امر دین میں) اور (نیک عمل کرنے پر) اللہ کی مدد و توفیق طلب کر اور طلبِ استعانت سے عاجز نہ ہو اور جب تجھ کو کوئی مصیبت پہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں اس طرح کرتا تو ایسا ہوتا بلکہ یوں کہہ کہ اللہ نے یہی مقدر کیا اور اللہ تعالےٰ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اس لیے کہ "اگر" کا لفظ شیطان کے کام کو کھولتا ہے۔

اور دل میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

تشریح: لفظ اگر اس لیے منع ہے کہ جو مقدّر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اور شیطان لفظ اگر سے مومن کے دل میں صدمہ و حسرت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے : قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا [1]۔ اے پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم آپ فرما دیجئے کہ ہرگز ہم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی ہے مگر وہ جو اللہ تعالےٰ نے ہمارے لیے لکھا ہوا ہے (اور وہ ہمارے لیے مضر نہیں اس میں بھی کوئی حکمت و مصلحت و خیر ہے) کیوں کہ وہ ہمارے مولیٰ ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے : لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ [2]۔ ترجمہ : اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی میدان میں آتے وہ لوگ جن کے لیے قتل مقدّر ہو چکا ہے۔ اور لفظ اگر کے استعمال سے منع کرنا تنزیہی ہے تحریمی نہیں اور یہ تنزیہی نہی بھی جب ہے جب کہ معارضہ تقدیر کا ہو اور وہاں کوئی نفع نہ ہو۔ لیکن اگر ازراہِ تاسّف و ندامت کے استعمال اس لفظ کو کرے جیسا کہ طاعت الٰہی کے فوت ہونے پر صالحین سے ثابت ہے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ باعث ثواب ہے۔

---

[1] سُورۃ التوبۃِ پارہ ۱۰، آیت ۵۱

[2] سورۃُ اٰلِ عمرانِ پارہ ۴ آیت ۱۵۴

فصلِ دوم

١٢٠١۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا یَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ ۔ (ابن ماجۃ : کِتَابُ الزُّھْدِ بَابُ التوکلِ والیقین شَرْحُ السُّنَّۃ ص ۳۲۸ ج ۷ رقم ۴۰۰۳) ترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِی الزَّھَادَۃِ فِی الدُّنیا ص ۶۰ ج ۲ ' مسند احمد ص ۳۸ ج ۱ رقم ۲۰۶)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر لو جیسا کہ بھروسہ کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو رزق دیتا ہے وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے (اپنے گھونسلوں میں) جاتے ہیں۔

تشریح: توکل کا حق یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کسی کے ہاتھ میں اپنا ضرر یا نفع، رزق، فقر، غنا، عطا، مرض، صحت، عزّت، ذِلّت، موت حیات وغیرہ نہ سمجھے اور یقین کرے کہ یہ سب حق تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے پس کسی نعمت کی طلب میں بہت رنج نہ اٹھاتے اور حرص اور مبالغہ نہ

اٹھائے کہ حلال وحرام کا فرق بھی نہ کرے۔

علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص توکل کا مفہوم یہ سمجھے کہ بس زمین پر پڑا رہے اور تدابیر وکسبِ معاش نہ کرے تو وہ جاہل ہے منقول ہے کہ کوّے کا بچہ جب انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے جو کوّے کو بُرا لگتا ہے اور چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے حق تعالیٰ اس کی طرف رزق کے لیے مکھی اور چیونٹی بھیجتے ہیں کچھ دن میں وہ سیاہ ہونے لگتا ہے پھر کوّا اس کو لے کر پرورش کرتا ہے۔ اور اسی طرح بہت سے واقعات ہیں۔

اس حدیث سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ تدبیر نہ کرے چڑیوں کا باہر نکلنا بھی تدبیر ہے اور انسان کے لیے اس کے مناسب تدبیر ہوگی البتہ بھروسہ تدبیر پر نہ کرے تدبیر صرف بھیک کا پیالہ ہے اور دینے والے حق تعالیٰ شانہ ہیں۔ یہ مثال احقر مولف کے شیخ ومرشد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی تھی۔

۱۲۱ ا ر وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ لَیْسَ مِنْ شَیْءٍ یُّقَرِّبُکُمْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَ یُبَاعِدُکُمْ مِّنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُکُمْ بِہٖ وَلَیْسَ شَیْءٌ یُّقَرِّبُکُمْ مِّنَ النَّارِ وَیُبَاعِدُکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا قَدْ نَھَیْتُکُمْ عَنْہُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِیْنَ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ

رَوْعِیْ اَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّکُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا یُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ وَاِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ۔ (شرح السُّنَّةِ ص ۳۳۰ ج ۷ رقم ۴۰۰۸، بیہقی ص ۲۹۹ ج ۷ رقم ۱۰۳۷۶)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو تم کو جنت سے قریب کردے اور دوزخ سے دور رکھے مگر وہ جس کا میں نے تم کو حکم دیا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تم کو دوزخ سے قریب کردے اور جنت سے دور رکھے مگر وہ چیز جس سے میں نے تم کو منع کردیا ہے اور جبرئیل نے میرے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ کوئی جاندار اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہیں کرلیتا (پس جب ایسا ہے کہ جو رزق مقدر کیا ہے وہ پہنچنے والا ہے تو) خبردار اللہ تعالےٰ سے ڈرو (یعنی بچو اللہ تعالےٰ کی نافرمانی سے) اور رزق کے حاصل کرنے اور ڈھونڈنے میں اعتدال سے کام لو اور رزق پہنچنے میں تاخیر کہیں تم کو اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم اس کو گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کرو اس لیے کہ جو چیز اللہ تعالےٰ کے پاس ہے وہ اللہ تعالےٰ

کی طاعت ہی کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہے۔

تشریح: اگر گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں اور کشادگی و دولت میں دیکھو تو وہ نعمت اس کے لیے عذاب ہے نعمت نہیں۔ اسی طرح کا مضمون ایک حدیث میں احقر مؤلف کی نظر سے گذرا ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو مصیبت اللہ تعالیٰ سے قریب کردے تو وہ بندہ کے لیے نعمت ہے اور جو نعمت اللہ تعالیٰ سے دُور کردے وہ اس بندہ کے لیے مصیبت ہے۔ احقر مولف عرض کرتا ہے کہ میرے مرشد حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک عارف محقق نے کسی صوفی کو دیکھا کہ اس نے لذیذ شوربہ کو زہد کے خلاف سمجھ کر اس میں پانی ملا دیا اور بے مزہ کرکے کھایا محقق عارف نے فرمایا کہ یہ صوفی عارف ہوتا تو ایسا نہ کرتا لذیذ شوربہ کھاتا اور اس کے دل میں ہر لقمہ پر شکر نکلتا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں اشرف علی جب پانی پیا کرو تو ٹھنڈا پیا کرو تاکہ ہر بن مُو سے شکر نکلے۔

۱۲۲۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّھَادَۃُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَلٰکِنَّ الزَّھَادَۃَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّا تَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْکَ اَوْثَقَ بِمَا فِیْ یَدَیِ اللّٰہِ وَاَنْ تَکُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَۃِ اِذَا

اَنۡتَ اُصِبۡتَ بِهَآ اَرۡغَبَ فِيۡهَا لَوۡ اَنَّهَآ اُبۡقِيَتۡ لَكَ رَوَاهُ التِّرۡمِذِيُّ وَابۡنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرۡمِذِيُّ هٰذَا حَدِيۡثٌ غَرِيۡبٌ وَعَمۡرُو بۡنُ وَاقِدٍ الرَّاوِيُّ مُنۡكَرُ الۡحَدِيۡثِ (ترمذی: أبوابُ الزُّهۡدِ بابُ الزَّهادَةِ فِی الدُّنیا صہ ۵۹ ج ۲ فی الدُّنیا صہ ۳۰۱ -)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا زہد حلال کو حرام بنانے اور مال کو ضائع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد یہ ہے کہ جو کچھ تیرے ہاتھوں میں ہے (یعنی مال و دولت) اس پر بھروسہ نہ کر بلکہ اس پر بھروسہ کر جو اللہ تعالےٰ کے ہاتھوں میں ہے اور زہد یہ ہے کہ جب تجھ پر کوئی مصیبت پڑے تو تو اس مصیبت میں ثواب کا طالب ہو اور اس میں بہت رغبت کرنے والا ہو اگر وہ مصیبت تیرے لیے باقی رکھی جاتی -

تشریح: بعض جاہل فقیر زہد کا مطلب اللہ کی حلال نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے کو سمجھتے ہیں اور یہ محض جہالت ہے - حق تعالےٰ شانہٗ فرماتے ہیں: لَا تُحَرِّمُوۡا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمۡ[1] ترجمہ: نہ حرام کرو پاکیزہ چیزوں کو کہ جنہیں حق تعالےٰ نے حلال کیا ہے تمہارے لیے -

حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے زیادہ کون کمال رکھتا ہے پس فرماتے ہیں کہ یہ جو بعضے جاہل کرتے ہیں کہ زاہد بننے کے لیے گوشت

---

[1] سُوۡرَةُ الۡمَآئِدَةِ پارہ ۷ آیت ۸۷

حلوا اور پھلوں اور اچھے کپڑوں کو ترک کر دیتے ہیں یہ زہد نہیں ہے اسی طرح مال کو ضائع کرنے کا نام بھی زہد نہیں ہے بلکہ زہد نام ہے کہ حق تعالےٰ کے وعدوں پر پورا اعتماد کرے رزق کے باب میں اور حق تعالےٰ کی طرف سے ایسی جگہ سے رزق پہنچانے پر کہ تیرا وہاں سے گمان بھی نہ ہو اور اعتماد اپنے فانی خزانوں سے ہٹا کر اللہ تعالےٰ کے باقی خزانوں پر کرے جیسا کہ فرمایا حق تعالےٰ شانہٗ نے مَا عِنْدَ کُمْ یَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ[1] ترجمہ: جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو اللہ تعالےٰ کے پاس ہے باقی ہے اور دُنیا سے اُنس اور اطمینان نہ پکڑے اور آخرت کو محبوب رکھے اور آخرت کے ثواب کی اُمید پر دُنیا کے مصائب سے نہ گھبرائے یہ باتیں سب زہد کی ہیں نہ کہ حرام کرنا حلال کا اور ضائع کرنا مال کا۔

۱۲۳۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰہَ یَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ تُجَاھَكَ وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰہَ وَ اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰٓی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَكَ وَلَوِاجْتَمَعُوْا عَلٰٓی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَّمْ یَضُرُّوْكَ

---

[1] سورۃ النحل پارہ ۱۴، آیت ۹۶

اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ۔ (ترمذی: اَبْوَابُ صِفَۃِ الْقِیَامَۃِ صہ ۸۰، ج ۲، مسند احمد صہ ۲۰۰ ج ۱ رقم ۲۸۰۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! اللہ تعالےٰ کے احکام امر و نہی کو محفوظ رکھ اللہ تعالےٰ تجھ کو اپنی حفاظت میں رکھے گا (دنیا میں آفات و مکروہات سے اور عقبیٰ میں طرح طرح کے عذاب سے) اور محفوظ رکھ تو اللہ کے حق کو (یعنی اس کو ہمیشہ یاد رکھ اور اس کی قدرتوں میں فکر کر اور اس کا شکر ادا کر) تو اللہ کو اپنے سامنے پائے گا اور جب تو سوال کا ارادہ کرے تو اللہ تعالےٰ ہی سے سوال کر اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد چاہ اور یہ بات یاد رکھ کہ ساری مخلوق اگر جمع ہو کر تجھ کو کچھ نفع پہنچانا چاہے تو ہرگز تجھ کو نفع نہ پہنچا سکے گی مگر صرف اتنا جتنا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے مقدّر میں لکھ دیا ہے اور گر سب آدمی جمع ہو کر تجھ کو ضرر پہنچانا چاہیں تو ہرگز تجھے ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر صرف اتنا جتنا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے مقدّر میں لکھ دیا ہے۔ قلم اُٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔

تشریح: اللہ تعالےٰ کو سامنے پاوے گا یعنی گویا کہ حق تعالےٰ کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ تجھے ضرور اور بالیقین دیکھ

رہے ہیں اور اس مراقبہ کا نام شریعت میں احسان ہے اور اس مراقبہ اور فکر و دھیان کی برکت اور مشق سے جب ماسوی اللہ نظر سے فنا ہو جاوے تو یہ کمالِ ایمان ہے اور گویا کہ تو اس وقت حق تعالےٰ کو دیکھتا ہے پس پہلا حال مراقبہ کہلاتا ہے اور دوسرا حال مشاہدہ کہلاتا ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جب تو اطاعت کرے گا اللہ تعالےٰ کی تو حق تعالےٰ تیری ہر حالت اور مشکل میں مدد فرمائیں گے اور اس کو آسان فرمائیں گے اور اللہ تعالےٰ ہی سے ہر حالت میں دُعا کرے کہ حدیث میں وارد ہے جو اللہ تعالےٰ سے سوال نہیں کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں اور زمین و آسمان کے خزانوں کے مالک ہی سے مانگنا بھی چاہیے۔ اور حق تعالےٰ ہی کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ حق تعالےٰ کی نصرت صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے یعنی ہر تنگی کے بعد کشادگی ہے اور ہر غم کے بعد راحت اور خوشی ہے جیسا کہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔[1] میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

۱۲۴- وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ

---

[1] سورۃ انشراح پارہ ۳۰ آیت ۵

غَرِیْبٌ ۔ (مسند احمد ص ۲۱۳ ج ۱ رقم ۱۴۴۸،
کِتَابُ الْقَدرِ بَابُ مَاجَاءَ فِی الرِّضا بِالْقدرِ ۔)

ترجمہ: حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی نیک بختی یہ ہے جو کچھ اللہ تعالٰی نے اس کے لیے مقدر کر دیا ہے اس پر راضی رہے اور آدمی کی بدبختی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالٰی سے خیر اور بھلائی کو مانگنا چھوڑ دے اور انسان کی بدبختی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے جو کچھ اس کے مقدر میں لکھا ہے وہ اس سے غضب ناک اور ناخوش ہو ۔

تشریح: آدمی کو چاہیئے کہ ہمیشہ اللہ تعالٰی سے خیر طلب کرتا رہے اور پھر جو کچھ اللہ تعالٰی عطا فرمائیں اس پر رضی رہے اور رضی ہونا قضائے الٰہی پر بڑی نعمت ہے اس مقام کا نام انعم ہے اور ابن آدم کے لیے یہ بڑی سعادت ہے کیونکہ جب بندہ تقدیرِ الٰہی پر رضی رہتا ہے تو عبادت کے لیے فارغ رہتا ہے برعکس اس کے کہ ناراض ہو فیصلہ الٰہی سے ہر وقت متفکر اور پریشان رہتا ہے کیونکہ کوئی انسان مصائب اور حوادث سے خالی نہیں ۔ اہل اللہ تسلیم و رضا کی برکت سے ہر حالت میں پُر سکون ہیں ؎

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

؎ وہ تو کہئے کہ ترے غم نے بڑا کام کیا
ورنہ مشکل تھا غمِ زیست گوارا کرنا

ہر فکر اور ہر تردد میں استخارہ اور استشارہ کرلے پھر ان شاء اللہ تعالےٰ کوئی خطرہ نہیں جیسا کہ حدیث میں بشارت ہے استخارہ اللہ تعالےٰ سے مشورہ کرنا اور استشارہ اہلِ تجربہ عاقل بندوں سے مشورہ لینا ہے۔

مَاخَابَ مَنِ اسْتَخَارَ وَلَا نَدِمَ مَنِ اسْتَشَارَ وَلَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ
(مرقاۃ صـ۱۶۷ ج ۹)

ترجمہ: نہیں نامراد ہوا جس نے استخارہ کیا اور نہیں نادم ہوا جس نے مشورہ کیا اور نہیں تنگدست ہوا جس نے خرچ میں میانہ روی کی یعنی فضول خرچی سے احتیاط کی اور اعتدال کی راہ پر خرچ کیا (حدیث)

حضرت مولانا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غم سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے مگر روح میں نور پیدا ہوتا ہے۔

؎ میکدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلّی دلِ تباہ میں ہے

؎ عارف جنونِ درد پسندی نے بارہا
ٹھکرا دیا وہ غم جو غمِ جاوداں نہ تھا

انسان اپنے خیر و شر کو نہیں سمجھ سکتا حق تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں
عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا

شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

سورۃ البقرۃ پارہ ۲'آیت ۲۱۶۔

ترجمہ: قریب ہے یہ کہ تم بُری سمجھو کسی چیز کو اور بھلی ہو تمہارے لیے اور قریب ہے کہ درست سمجھو کسی چیز کو اور وہ بُری ہو تمہارے لیے اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

فصل سوم

۱۲۵۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَآئِلَةُ فِیْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اِخْتَرَطَ عَلَیَّ سَيْفِیْ وَاَنَا نَآئِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِیْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّیْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلٰثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِیْ رِوَايَةِ اَبِیْ بَكْرٍ الْاِسْمٰعِيْلِیِّ فِیْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّیْ قَالَ اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَّدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّیْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّیْ اُعَاهِدُكَ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اُقَاتِلَكَ وَلَآ اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰی سَبِيْلَهٗ فَاَتٰی اَصْحَابَهٗ

فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِّنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيْ وَفِي الرِّيَاضِ - (مسند احمد صہ ۳۳۶ - ۳۴۷ ج ۳ رقم ۱۴۹۴۰، بخاری بَابُ غزوۃ ذاتِ الورع صہ ۵۹۲ ج ۲ ذکرھا الحمیدی صہ ۳۰۹ ج ۲ رقم (۱۵۲۶)، ریاض الصالحین، بابُ الیقین والتَّوَكُّلِ صہ ۴۷)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جہاد سے واپس ہُوئے تو وہ بھی آپؐ کے ہمراہ واپس ہُوئے صحابہؓ کو دوپہر ایک جنگل میں ہوئی جس میں کیکر کے درخت زیادہ تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم یہاں اُتر گئے صحابہؓ بھی سایہ کی تلاش میں (اِدھر اُدھر) درختوں کے نیچے متفرق ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم ایک کیکر کے درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور اپنی تلوار اس کی ٹہنی میں لٹکا دی اور ہم تھوڑی دیر کے لیے سو گئے ناگہاں ہم نے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہم کو پکار رہے ہیں اور آپ کے پاس ایک دیہاتی (بدو کافر) موجود ہے آپؐ نے ہمارے جمع ہونے پر فرمایا اس دیہاتی نے مجھ پر تلوار کھینچی اس حال میں کہ میں سو رہا تھا۔ مَیں جاگ گیا اور دیکھا کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ مجھ سے کہہ رہا تھا اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ مَیں نے کہا اللہ بچائے گا تین مرتبہ یہی الفاظ فرمائے اور اس اعرابی کو آپؐ نے کوئی سزا

نہ دی اور اُٹھ کر بیٹھ گئے اور ابوبکر اسماعیلی نے جو روایت اپنی صحیح میں درج کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اعرابی نے تلوار ہاتھ میں لے کر کہا اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بچائے گا یہ سُن کر اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ اعرابی نے کہا آپ ﷺ بہترین پکڑنے والے ہیں (یعنی مہربانی کیجئے اور معاف کر دیجئے) حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں دیہاتی نے کہا میں مسلمان نہیں ہوتا لیکن آپ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ نہ تو آپ سے لڑوں گا اور نہ اس قوم کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑے گی پس آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا وہ دیہاتی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا میں تمہارے پاس ایک بہترین شخص کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔

۲۶۱۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰیَۃً لَوْ اَخَذَ النَّاسُ بِھَا لَکَفَتْھُمْ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ۔ (مسند احمد صہ۲۱۲ ج ۵ رقم ۲۱۶۰۶، دارمی صہ۲۴۱ ج ۲ رقم (۲۷۲۵)، ابن ماجۃ باب الورع والتقوٰی صہ ۳۱۱)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو ایک ایسی آیت معلوم ہے کہ اگر لوگ اس پر عمل کریں تو وہی ان کو کافی ہے (اور وہ آیت یہ ہے) وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ سے ڈرے اللہ تعالےٰ اس کے لیے نجات کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو خیال اور گمان تک نہیں ہوتا۔

تشریح: یعنی متقی بندہ کو حق تعالےٰ شانہٗ ہر غم سے خلاصی دیتے ہیں اور بے رنج و تردد ایسی جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے گمان بھی نہ ہو اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے کسی متقی بندہ کی صحبت اور اس کی تربیت سے لہٰذا اللہ والوں کی صحبت کا اہتمام نہایت ضروری سمجھنا چاہیے کیونکہ مقدمہ ضروری کا ضروری ہوتا ہے۔

۱۲۷۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْرَاَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ (ترمذی: كتابُ القراءٰتِ ص۱۲۲، ج ۲ -)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ آیت سکھائی کہ میں رزق دینے والا اور طاقت ور اور متین ہوں۔

تشریح: یہ قراۃ شاذہ ہے اور قراۃ مشہورہ یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۔[1] حاصل یہ ہے کہ بندہ کو صرف اپنے قوی متین رزاق مولیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

۱۲۸۔ وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ کَانَ اَخَوَانِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ اَحَدُ ھُمَا یَاْتِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ یَحْتَرِفُ فَشَکَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ (ترمذی: بَابُ مَا جَاءَ فِی الزَّھَادَۃِ فِی الدُّنْیَا ص ۶۰ ج ۲۔)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے۔ ایک ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور دوسرا کچھ پیشہ کرتا تھا۔ پیشہ ور بھائی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (کہ یہ کچھ کام کاج نہیں کرتا پس اس کے خرچ کا بوجھ بھی مجھ ہی پر پڑتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تجھ کو اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دین سیکھنے

---

[1] سورۃ الذاریات پارہ ۲۷ آیت ۵۸

کے لیے دنیا کا شغل اور تدبیر کسبِ معاش کا ترک جائز ہے بشرطیکہ اہل وعیال نہ رکھتا ہو اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کر کے اپنے کو ذلیل نہ کرتا ہو یعنی متوکل ہو اور کسی کا حقِ واجب ضائع نہ کرتا ہو اور یہ بات بھی اس حدیث سے ثابت ہوئی کہ اپنے رشتہ داروں اور بیکسوں کی خبر گیری اور ان پر خرچ کرنے سے روزی میں برکت ہوتی ہے۔

۱۲۹۔ وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنْ اَتْبَعَ قَلْبَهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔

(: بابُ التوکّل والیقین ص ۳۰۷ ۔)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کا دل ہر جنگل میں ایک شاخ ہے (یعنی اس کو ہر طرح کی فکریں ہیں) پس جس شخص نے اپنے دل کو ساری شاخوں کی طرف متوجہ رکھا (یعنی ہر قسم کی فکروں میں مشغول و منہمک رہا) اللہ تعالیٰ اس کی پروا نہیں کرتا خواہ کسی جنگل میں اس کو ہلاک کر دے اور جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اور اپنے کاموں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کو درست کر دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث پر عمل کرنے والوں کی زندگی نہایت پُرسکون ہوتی

ہے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے قلوب میں جو چین اور اطمینان ہے سلاطین کو خواب میں بھی میسر نہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت عطا فرمائیں ۔ آمین

۱۳۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّکُمْ عَزَّوَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِیْدِیْ اَطَاعُوْنِیْ لَاَسْقَیْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّیْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَیْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ رَوَاهُ اَحْمَدُ (مسند احمد ص۳۷۷ ج ۲ رقم ۸۷۲۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں ان پر رات کو مینھ برساؤں جب کہ وہ سوتے ہوں اور دن کو آفتاب نکالوں (تاکہ وہ اپنے امورِ معاش میں مشغول ہوں) اور بادل کے گرجنے کی آواز ان کو نہ سناؤں (تاکہ نہ ڈریں اور نہ گھبراویں) ۔

۱۳۱۔ وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰی اَهْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰی مَا بِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ اِلَی الْبَرِّیَّةِ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ قَامَتْ اِلَی الرَّحٰی فَوَضَعَتْهَا وَاِلَی التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتِ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَاِذَا الْجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَاَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ

اِلَى التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ اَصَبْتُمْ بَعْدِیْ شَیْئًا قَالَتِ امْرَاَتُهٗ نَعَمْ مِّنْ رَّبِّنَا وَقَامَ اِلَى الرَّحٰی فَذُکِرَ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَوْلَمْ یَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ رَوَاهُ اَحْمد۔ (مسند احمد صـ ۴۷۶ ج ۲ رقم (۱۰۶۶۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنے اہل وعیال کے پاس آیا جب اس نے ان کی حاجت وفقر و فاقہ کو دیکھا تو جنگل کی طرف چلا گیا جب عورت نے دیکھا (کہ اس کے شوہر کے پاس کچھ نہیں ہے اور وہ شرم کی وجہ سے باہر چلا گیا ہے) تو وہ اٹھی اور چکی پر پہنچی اور اس کو صاف کیا پھر تنور کی طرف گئی اور اس کو گرم کیا اور پھر اللہ تعالےٰ سے یہ دُعا کی اے اللہ ہم کو رزق عطا فرما پھر اس نے دیکھا کہ اچانک چکی کا گرانڈ آٹے سے بھرا ہوا ہے پھر وہ تنور کی طرف گئی تو دیکھا اس میں روٹیاں بھری ہوئی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اتنے میں اس کا شوہر آگیا اور کہا کیا تم کو میرے جانے کے بعد کہیں سے کھانے کا سامان مل گیا عورت نے کہا کہ ہاں ہمارے پروردگار کی طرف سے عطا ہوا ہے پس اس شخص کو تعجب ہوا اور چکی کے پاس کھڑا ہوا اور اس کا پاٹ اٹھایا تا کہ اس کا اثر دیکھے اس واقعہ کا ذکر نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم سے کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص چکی کا پاٹ نہ اُٹھاتا تو چکی قیامت تک گردش کرتی رہتی

اور اس سے آٹا نکلتا رہتا۔

تشریح: یہ انعام صبر و توکّل کی برکت سے عطا ہوا تھا اور یہ واقعہ حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ کا ہے۔ اگلی اُمّت کا نہیں۔

۱۳۲۔ وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُہٗ اَجَلُہٗ رَوَاہُ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ۔ (ص ۸۹ ج ۶ رقم ۷۹۰۸)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رزق بندہ کو اسی طرح ڈھونڈھتا ہے جس طرح اس کی موت اس کو ڈھونڈتی ہے۔

تشریح: یعنی جس طرح موت یقینی ہے اور بدون تلاش اپنے وقت پر آجاتی ہے اسی طرح رزق بھی یقینی ہے اپنے وقت پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ رزق بندہ کو ڈھونڈ لیتا ہے بلکہ موت سے زیادہ رزق اپنی رفتار میں تیز ہے کیونکہ موت نہیں آتی جب تک کہ بندہ اپنا رزق تمام کا تمام نہیں کھا لیتا۔ پس رزق کے لیے اللہ تعالےٰ پر پورا اعتماد کرنا چاہیئے اور مضطرب اور پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ متوسط درجہ میں تدبیر اختیار کرنا کافی ہے کہ حق عبودیت ادا ہوتا ہے تدابیر اختیار کرنے سے۔ مگر اس طلب میں اجمال ہو کاوش و اضطراب نہ ہو۔

رو توکل کن بگرداں پا و دست
رزق تو بر تو ز تو عاشق تر ست

۱۳۳۲ - وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِیْ نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَآءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (مسلم: كتاب الجهاد باب غزوة احد صـ ۱۰۸ ج ۲ والبخاری: كتاب استتابة المعاندين والمرتدين صـ ۱۲۴ ج ۲ وشرح السنة صـ ۹۴ ج ۷ رقم ۳۶۴۳)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ گویا میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ ایک نبی کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں جس کو اس کی قوم نے مارا اور لہولہان کر دیا۔ وہ نبی اپنے چہرے سے خون پونچھتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا۔ اے اللہ! تو میری قوم کو بخش دے کہ وہ میری حقیقت سے واقف نہیں ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ ساتھ جہل کے کمتر ہے بہ نسبت گناہ ساتھ علم کے پس منقول ہے وَيْلٌ لِّلْجَاهِلِ مَرَّةً وَوَيْلٌ لِّلْعَالِمِ سَبْعَ مَرَّاتٍ[1] ترجمہ: جاہل کے واسطے ایک بار افسوس ہے اس کے

---
[1] مرقاۃ صـ ۱۷۴ ج ۹

بُرے عمل پر اور عالم کے واسطے سات بار افسوس ہے اس کے بُرے عمل پر۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احتمال ہے کہ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام مُراد ہوں۔ روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ان کو اس قدر مارتی تھی کہ خون آلودہ ہو جاتے اور مدتوں زمین پر پڑے رہتے پھر اُٹھتے اور دعوت دیتے اللہ کی طرف اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس حدیث میں خود حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ گرامی کو مُراد لیا ہے اور یہ ظاہر تر ہے کیوں کہ یہ روایت حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اُحد کے دن روایت کی گئی جب آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خون آلودہ تھے۔

۱۳۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصِبْ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔

(بُخاری : کِتابُ المرضیٰ، بابُ ما جاء فِی کفارۃ المرض صہ ۸۴۳ ج ۲، مسند احمد صہ ۲۱۸ ج ۲ رقم ۷۲۵۴)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس شخص کو مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

تشریح: مصائب سے گناہ معاف ہو کر درجات بلند ہوتے ہیں اور غفلت دُور ہوتی ہے۔ نیز اللہ تعالےٰ سے تعلق بڑھ جاتا ہے۔

بَابُ الرِّيَآءِ وَالسُّمْعَةِ

ریاء اور سُمعہ کا بیان

ریاء کہتے ہیں اپنی عبادتوں سے مخلوق کے دل میں عزّت و مرتبہ طلب کرنے کو اور ریاء بدون نیت کے خود بخود نہیں چپک جاتی جیساکہ اکثر سالکین وسوسۂ ریاء کو ریاء سمجھ کر پریشان رہتے ہیں اخلاص کی نیت ہو یہی کافی ہے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جس عبادت میں ریا کا خوف ہو اس کو کثرت سے کرے پھر وہ عادت اور عادت سے عبادت بن جاتی ہے حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

وہ ریاء جس پر تھے زاہد طعنہ زن
پہلے عادت پھر عبادت بن گئی

علماء نے لکھا ہے اگر تعریف کسی سے سُنے اور اس سے خوش ہو تو یہ علامت وجودِ ریاء کی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی ستّاری یاد کر کے خوش ہوا کہ اس کریم ذات نے میرے عیوب و سیّئات کو مخلوق سے پوشیدہ رکھا اور حسنِ ظن ڈالا اپنی مخلوق میں اور ظاہر فرمایا ہمارے حسنات و طاعات کو اور شکر بجا لایا تو یہ ریاء نہیں بلکہ یہ فضل و لطفِ حق

ہو بر سرورِ تشکر ہے یعنی شکر احسانات الٰہیہ سے ہے ۔ ضروری ہے کہ ہر عبادت
کے شروع میں بھی ریا سے بچے اور درمیان میں بھی اور بعد عمل کے بھی حضرت
حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے دو حج کیے تھے
کوئی مہمان آیا اس نے نوکر سے کہا کہ اس مہمان کو اس صراحی سے پانی پلا جس
کو دوسرے حج میں خریدا تھا ۔ فرمایا کہ اس شخص نے ایک جملہ سے دو حج
کا ثواب ضائع کر دیا ۔ حق تعالےٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں ۔ آمین

فصلِ اوّل

۱۳۵؎ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ کِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ بَابُ تحریمِ ظُلمِ المُسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ وما لہ ص۳۱۷ ج ۲، ابنِ ماجة : بابُ القناعة ص ۳۰۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے

تشریح: پس صورتِ ظاہری اور مال سے زیادہ قلوب کی اور اعمال کی اصلاح میں لگنا چاہیے ۔

۱۳۶؎ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ (مُسلم کتابُ الزهد بَابُ تحریمِ الریاء ص۴۱۱ ج۲ وابن ماجة: ابوابُ الزهد بابُ الریاءِ والسّمعةِ ص۳۱۰، شَرحُ السُّنّة ص۳۴۴ ج ۷ رقم (۴۰۳۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں شرکائے شرک سے بیزار ہوں یعنی جس طرح اور شرکا شرکت پر راضی ہیں اس طرح میں راضی نہیں بلکہ میں شرکت سے بیزار ہوں) جو شخص کوئی (عبادت) کرے جس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرے میں اس کو اور اس کے شرک کو دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں۔ وہ شخص یا اس کا عمل اسی شخص کے لیے ہے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔

تشریح: ظاہر اس کا یہی ہے کہ ریا کی آمیزش اعمال کے ثواب کو ضائع کر دیتی ہے لیکن علماء نے کہا ہے کہ جس ریا میں ثواب کی مطلق نیت نہ ہو یا ریا کا قصد غالب ہو اس وقت ثواب بالکل ضائع ہوتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ عنوان ریائے سے منع کرنے کے لیے بطور تخویف استعمال کیا گیا ہو تاکہ بندہ طاعات میں ریائے سے احتیاط کرنے میں خوفزدہ رہے۔

واللہ اعلم بالصواب

۱۳۷۔ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَآئِیْ یُرَائِ اللّٰہُ بِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ (بُخاری: بَابُ الرِّیاءِ والسمعةِ صہ ۹۶۲ ج ۲، مسلم: بابُ تحریمِ الرِّیاءِ صہ ۴۱۲ ج ۲۔)

ترجمہ: حضرت جندب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی عمل سنانے اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کرے اللہ تعالےٰ اس کے عیب کو مشہور کرے گا (اور قیامت کے روز رُسوا کرے گا) اور جو شخص کوئی عمل دکھانے کے لیے کرے اللہ اس کو ریاکاروں کی سزا دکھاتے گا۔

تشریح: ریا۔ کاروں کی سزا یہ ہے کہ دُنیا میں اس کے اعمال کو لوگ جان لیں گے لیکن آخرت کے ثواب سے اس کو محروم کر دیا جاوے گا جس سے قیامت کے دن اسے بڑی حسرت ہوگی۔

۲۳۸ار وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَّیُحِبُّہُ النَّاسُ عَلَیْہِ قَالَ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ بَابُ إذا اثنیٰ علی الصالح فھی البشری ولا تضرہُ صہ۳۳۲ ج ۲ وابن مَاجۃ: ابواب الزھد باب ثناء الحسن صہ ۳۱۱ وشَرحُ السُّنّۃ صہ ۳۴۵ ج ۷ رقم ۴۰۳۵

ترجمہ: حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اس شخص کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے جو نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس کے کاموں کی تعریف کرتے ہیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگ اس سے محبت کرتے ہیں (کیا

اس کے اعمالِ خیر کا ثواب قائم رہتا ہے یا باطل ہو جاتا ہے) آپ نے فرمایا یہ (تعریف کرنا) مومن کے لیے فوری خوش خبری ہے (اور اصل خوش خبری آخرت میں ہے)

تشریح: یعنی جب اخلاص کے ساتھ صرف رضائے الٰہی کے لیے طاعات کیں اور پھر مخلوق بھی ایسے نیک بندوں کی تعریف کرتی ہے تو یہ مقبولیت اور محبوبیت اور تعریف اس کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے دُنیا میں نقد انعام ہے اور نقد بشارت ہے اور آخرت میں ثواب اور درجہ سو وہ الگ ملے گا۔

فَصْلِ دوم

۱۳۹ ۱ - وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَتْ نِیَّتُهٗ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِیْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْیَا وَهِیَ رَاغِمَةٌ وَّمَنْ کَانَتْ نِیَّتُهٗ طَلَبَ الدُّنْیَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَیْنَ عَیْنَیْهِ وَشَتَّتَ عَلَیْهِ اَمْرَهٗ وَلَا یَاْتِیْهِ مِنْهَآ اِلَّامَا کُتِبَ لَهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ عَنْ اَبَانَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ۔ (ابنِ ماجة: کتاب الزّھد باب الھم بالدنیا صہ ۳۰۲ حلیة صہ ۳۳۵ ج ۶ ' ترمذی: ابوابُ صفةِ القیامةِ صہ ۷۳ ج ۲ شرحُ السُّنّة صہ ۳۴۸ ج ۷ رقم ۲۰۳۴ ' مسند احمد صہ ۲۱۷ - ۲۱۸ ج ۵ رقم ۲۱۹۴۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی نیت (اعمالِ خیر سے) آخرت کی طلب ہو اللہ تعالےٰ اس کو غنائے قلبی عطا فرماتا ہے (یعنی اس کو مخلوق سے بے پروا کر دیتا ہے) اور اس کی پریشانیوں کو جمع کر کے اطمینانِ خاطر بخشتا ہے دُنیا اس کے پاس آتی ہے اور وہ دُنیا کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے اور جس شخص کی نیت (اعمال میں) دُنیا کا حاصل کرنا ہو اللہ تعالےٰ اِفلاس کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے (یعنی فقر و افلاس اس کو محسوس

ہونے لگتا ہے) اور اس کے کاموں میں انتشار اور پریشانی پیدا کرتا ہے اور دنیا اس کو صرف اس قدر ملتی ہے جتنا کہ اللہ نے اس کے لیے مقدر کیا ہے

تشریح: یعنی جو آخرت کو مطلوب اور مقصود بنا دے گا حق تعالےٰ کی طرف سے اس کو قلبی جمعیت اور سکون عطا ہوتا ہے اور اس کے لیے رزق کو آسان فرما دیتے ہیں اور اگر آخرت کو پس پشت ڈالا اور دنیا کو مقدم اور مطلوب و مقصود بنایا تو اس کو قلبی پریشانی اور سرگردانی رہتی ہے اور رزق وہی ملتا ہے جو اس کی تقدیر میں ہے محض ہوس و طمع سے تقدیر سے زیادہ نہیں ملا کرتا۔

۱۴۰ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ بَیْنَا اَنَا فِیْ بَیْتِیْ فِیْ مُصَلَّایَ اِذْ دَخَلَ عَلَیَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِی الْحَالُ الَّتِیْ رَاٰنِیْ عَلَیْھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَحِمَکَ اللّٰہُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ لَکَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِیَةِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ

(ابوابُ الزهد صـ۶۴ ج ۲ وابن ماجة ثناء الحسن صـ۳۱۱، شرحُ السُّنّة صـ ۳۴۶ ج ۷ رقـم ۴۰۳۶، والبیهقی فی مواد الضمان کتاب الزهد رقـم ۲۵۱۶)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے گھر میں اپنے مصلّے پر نماز پڑھ رہا تھا

کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور یہ دیکھ کر مجھ کو خوشی ہوئی کہ اس شخص نے مجھ کو نماز پڑھتے دیکھا یعنی میرا خوش ہونا ریاکاری تو نہیں آپ ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ! خدا تجھ پر رحم فرمائے تجھ کو دو اَجر ملیں گے ایک تو خفیہ طور پر نماز پڑھنے کا اور دوسرا اجر نمازِ ظاہر کا۔

تشریح: ظاہراً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خوشی اس سبب سے تھی کہ دیکھنے والے کو بھی عمل کا شوق پیدا ہو گا یا بحکم مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا کے ثواب اس کے عمل کا ہم کو بھی ملے گا۔ ترجمہ حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةً الخ کا یہ ہے کہ جو شخص جاری کرے کوئی نیک طریقہ اس کے لیے ثواب اس طریقہ کا ہو گا اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا ثواب بھی اس کو ملے گا۔ یا اس نعمت پر خوشی ہوئی کہ حق تعالےٰ نے اچھی حالت کو مخلوق پر ظاہر فرمایا اور بُرائیوں کی پردہ پوشی فرمائی۔ یا خوشی اس بات پر ہوئی کہ نماز جیسی اہم عبادت کو ایک مسلمان نے دیکھا جو اس پر گواہ ہوا اور اس کی روایت سے ایک گروہ مسلمانوں کا گواہ ہو گا اور یہ معنی انسب ہیں سر و علانیہ معنی کے ساتھ۔

واللہ اعلم بالاحوال

۱۴۱ ر وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَّخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ

---

[1] مسلم کتاب و باب الزکاۃ الحث علی الصدقۃ ص ۳۲۷ ج ۱ ۔ شرح السنۃ ص ۳۴۷ ج ۷

يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّاْنِ مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّيَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ فَبِيْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰى اُولٰئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(ابواب الزهد باب ماجاء فی ذهاب البصر ص۶۹ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جو دین کے ذریعہ دُنیا داروں کو دھوکہ دیں گے (یعنی اللہ تعالے کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ) لوگوں کو دکھانے کے لیے دُنبوں کے چمڑے کے کپڑے پہنیں گے (یعنی موٹے کپڑے مثل کمبل وغیرہ کے تاکہ لوگ ان کو عابد و زاہد اور تارکِ دُنیا سمجھیں) ان کی زبانیں شکر سے زیادہ شیریں اور نرم ہوں گی یعنی ان کی باتیں خوشگوار لذیذ اور نرم ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے (یعنی سخت اور بے رحم) اللہ تعالے اس کی نسبت فرماتا ہے کیا یہ لوگ مجھ کو دھوکہ دیتے ہیں یا میرے ڈھیل دے دینے کے سبب سے مغرور ہو گئے ہیں میں اپنی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان پر انہیں میں سے بلا و فتنہ کو مسلط کروں گا (یعنی ان پر ایسے حکّام اور امراء یا اشخاص کو مقرر کروں گا جو ان کو مصائب و آفات میں مبتلا کر دیں گے) ایسی بلا اور فتنہ کہ عقلمند

و دانا اشخاص اس کے دفع کرنے سے عاجز و حیران ہوں گے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے خصوصی عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ جب کوئی نیک کام کریں مثلاً مدرسہ، مسجد بنوانا، وعظ کہنا وغیرہ تو خالص نیت رضائے الٰہی کا قلب میں استحضار کریں اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اعمال میں بدون صحبتِ اہل اللہ کے اخلاص نہیں پیدا ہوتا لہٰذا ہر شخص کو صحبت بزرگانِ دین کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

۴۲ ا۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَیْءٍ شِرَّةً وَّلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ (ابوابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ ص۷۲ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہر چیز میں حرص و نشاط ہے (یعنی زیادتی و انہماک) اور ہر زیادتی میں سستی ہے (یعنی ہر اس فعل میں جو زیادتی کے ساتھ کیا جائے سستی پیدا ہو جاتی ہے) پس اگر عمل کرنے والے نے میانہ روی سے کام لیا اور میانہ روی کے قریب رہا (یعنی افراط و تفریط سے بچا رہا) تو اس کی نجات پا جانے کی امید ہے (یعنی اس کی کامیابی کی امید ہے) اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا گیا (یعنی

مشہور ہونے کے لیے اس نے عبادت میں زیادتی اور مبالغہ کیا اور وہ مشہور ہوگیا تو تم اس کو (صالح اور عابد) شمار نہ کرو۔

تشریح: شرۃ میں ش پر زیر ہے اور را پر تشدید و زبر ہے جس کا ترجمہ حرص و رغبتِ شدیدہ ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بعض عابد شروع میں عبادت میں اس قدر مبالغہ اور انہماک کرتا ہے کہ کچھ ہی دن میں تھک کر سُست ہو کر بیٹھ جاتا ہے پس یہ زیادتی سببِ کمی ہی نہیں بلکہ سببِ ترکِ عبادت کا بن جاتی ہے۔ اسی لیے دوسری حدیث میں وارد ہے: خَیْرُ الْعَمَلِ مَا قَلَّ وَدِیْمَ عَلَیْہِ[1] سب سے بہتر وہ عمل ہے جو تھوڑا ہو مگر ہمیشہ ہوتا رہے۔ پس عبادت میں میانہ روی اور اعتدال رکھے تاکہ ہمیشہ اس عمل کا نباہ ہو سکے اور بہت مبالغہ کرنے والا کچھ دن میں صراطِ مستقیم سے ہٹ جاتا ہے اور بزرگوں کا تجربہ ہے کہ اعمال میں میانہ روی اور اعتدال اہل اللہ اور کاملین کی صحبت اور ان کی مجلس میں حاضری کی برکات سے حاصل ہوتا ہے اور استقامت کی نعمت اہل اللہ کے تعلق اور مصاحبت ہی سے عطا ہوتی ہے حق تعالٰی کا ارشاد ہے: کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[2]

ترجمہ: صادقین کے ساتھ رہو مُراد صادقین سے مشائخ و بزرگانِ دین ہیں

۳۴ا۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِحَسْبِ

---

[1] ابن ماجۃ: بابُ المداومۃِ علی العملِ صـ ۳۱۲ [2] سورۃ التوبۃ پارہ ۱۰ آیت ۱۱۹۔

امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَان۔ شعب الایمان ص۳۶۷ ج ۵ رقم ۶۹۷۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی برائی کے لیے اتنا کافی ہے کہ دین یا دنیا میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے مگر وہ شخص جس کو اللہ تعالے محفوظ رکھے۔

تشریح: مشائخ نے فرمایا ہے کہ: اٰخِرُ مَا يَخْرُجُ مِنْ رَّاْسِ الصِّدِّيْقِيْنَ حُبُّ الْجَاهِ[1] ترجمہ: سب سے آخر میں صدیقین اولیائے کرام کے سر سے جو نکلتی ہے وہ حُبِّ جاہ ہے۔ پس گوشہ نشینی اور گمنامی ہر حالت میں مفید اور سلامتی کا راستہ ہے اور یہ حدیث ان لوگوں کے لیے ہے جو مخلوق میں دنیا کے لیے حُبِّ جاہ اور شہرت اور قبولیت کے طالب ہیں اور جو محفوظ اور مقبول اور مخلص بندے ہیں وہ مستثنٰی ہیں چنانچہ اللہ ربُّ العزّت اپنے کلام میں فرماتے ہیں: وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا[2] خاص بندوں کے لیے اس حالت کو بیان فرمایا۔ حضرت حکیم الامّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر یوں نقل فرمائی ہے کہ اے اللہ ہمارے ازواج و ذریات کو متقی بنا دیجیے تاکہ مجھے جو آپ نے ان کا امام اور بڑا

---

[1] مرقاۃ ص۱۸۶ ج ۹ [2] سورۃ الفرقان پارہ ۱۹ آیت ۷۴

بنایا ہے تو میں امام المتقین بنوں۔ نقل ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ تو لوگوں میں مشہور ہے یعنی انگشت نمائی تیری طرف ہوتی ہے تو فرمایا کہ اس حدیث سے مُراد آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ دین میں بدعتی ہو اور اس کی بدعت کے سبب اُنگشت نمائی اس کی طرف کی جاتی ہو یا دنیا میں فاسق ہو اس کے سبب ایسا ہو اور جو دُنیا میں غنی ہو اور مالداری کے ساتھ مشہور ہو لیکن فسق و فجور میں نہ پڑے اور دین میں سنّت کے طریقہ کی اتباع کرتا ہو وہ اس کلیہ میں داخل نہیں، و باللہ التوفیق۔ اور معلوم ہو کہ بدون طلبِ جاہ اور شہرت کے بعض اہل اللہ بہت مشہور ہو جاتے ہیں ان کے لیے یہ شہرت مضر نہیں بلکہ یہ شہرت دین کی اشاعت کے لیے مفید ہوتی ہے اور کثیر مخلوق ان سے فیض حاصل کرتی ہے اور ایسے مخلص بندے حق تعالےٰ کی خاص حفاظت میں ہوتے ہیں اور یہ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ (الآیۃ) کا ظہور ہوتا ہے ترجمہ: اللہ تعالےٰ عنقریب ان کے لیے (صالحین کے لیے) محبت پیدا فرماویں گے یہ شہرت منجانب اللہ ہوتی ہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

میں تو نام و نشاں مٹا بیٹھا
میرا شہرہ اُڑا دیا کس نے

ایسی شہرت مضر نہیں۔

؎ سورۃ مریم پارہ ۱۶ آیت ۹۶

فصلِ سوم

۱۴۴۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَآءِ شِرْكٌ وَّمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَآءَ الْاَخْفِيَآءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُقَرَّبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَآءَ مُظْلِمَةٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ۔ (ابنِ ماجۃ من ترجی لہ السلامۃ من الفتن صہ ۲۸۷، بیہقی صہ ۳۲۸ ج ۵ رقم ۶۸۱۲)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک روز مسجد نبوی کی طرف گئے تو دیکھا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پوچھا معاذ! کون سی چیز تم کو رلا

رہی ہے۔ معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا مجھ کو وہ بات رُلا رہی ہے جس کو مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور یہ کہ جو شخص اللہ کے دوست سے دشمنی رکھے (یعنی اپنے قول و فعل سے اس کو اذیت پہنچائے) اس نے گویا اللہ سے جنگ کی اور مقابلہ کیا (اور جو شخص اللہ سے مقابلہ کرے گا تباہ و رسوا ہوگا) اللہ تعالےٰ نیکو کاروں، پرہیزگاروں اور ان مخفی حال کے (گمنام) لوگوں کو پسند کرتا ہے کہ جب وہ نظروں سے غائب ہوں تو ان کو پوچھا نہ جائے اور جب موجود ہوں تو ان کو بلایا نہ جائے اور (بلایا جائے تو) پاس نہ بٹھایا جائے ان لوگوں کے دل چراغِ ہدایت ہیں (کہ اس کے نور سے راہِ راست پائی جاتی ہے) اور یہ لوگ ہر تاریک زمین سے ظاہر و پیدا ہوتے ہیں۔

تشریح: "شرک ہے" سے مُراد شرکِ عظیم ہے یا ایک نوع شرک سے ہے یعنی وہ نہایت پوشیدہ ہے اور بہت کم لوگ اس سے سالم رہتے ہیں یعنی اقویاء بھی چہ جائیکہ ضعفاء۔ پس یہ منجملہ اسبابِ گریہ سے ہے اور سببِ گریہ دوسرا اولیاء کو ایذاء دینا ہے اور اکثر اولیاء پوشیدہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ: اَوْلِيَآئِىْ تَحْتَ اَفْنَآئِىْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِىْ[1] ترجمہ: اولیاء میرے عرش کے صحن کے درمیان ہیں ان

---

[1] اولیآئی تحت قبائی الخ مرقاۃ صہ ۱۸۸ ج ۹

کو میرے علاوہ نہیں پہچانتے ہیں دوسرے ۔ اور انسان بدزبانی سے خالی نہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ بدون ارادہ بعض اولیاء کی شان میں گستاخی ہوئی ہو اور ان کو اذیت ہوئی ہو اور مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا کا وبال آپڑے اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ دیندار وہ ہے جو حق تعالےٰ کے احکام کی عظمت کو پہچانے اور خلق خدا پر شفقت کرے اور شرک جلی و خفی اور تمام ممنوعات سے پرہیز کرے ۔ بعض مقبول بندے ایسے پوشیدہ ہیں کہ وہ پریشان بال وحال ہیں روایت ہے : رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَا یُعْبَأُ بِہٖ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ[1] ترجمہ : بعضے بندے پراگندہ بال غبار آلود ہیں اور لوگ ان کی پروا بھی نہیں کرتے یعنی مخلوق میں بے قدر و منزلت ہوتے ہیں مگر وہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایسے درجے کے مقبول ہوتے ہیں کہ اگر وہ قسم کھالیں کسی بات پر تو اللہ تعالےٰ اس کو سچا کر دیتے ہیں ۔

؎ خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ترجمہ: دنیا کے خاکساروں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو تجھے کیا خبر کہ اس گرد و غبار میں دُرِّ شہسوار پوشیدہ ہو ۔ ان کو چراغِ ہدایت فرما کر اس حدیث سے یہ بتا دیا گیا کہ خالی خاکساری اور فقیری اور خواری بے اختیاری میں یہ فضیلت نہیں جب تک کہ تقوٰی اور نورانیت باطن میں نہ ہو ۔

---

[1] بخاری باب المتواضع صہ ۹۲۳ ج ۲ مرقاۃ صہ ۱۸۹ ج ۹

حق تعالے فرماتے ہیں: اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ - ترجمہ: اور نہیں ہیں ولی اس کے مگر پرہیزگار بندے پس غیر متقی ہر گز ولی نہیں ہو سکتا۔

۴۵ ا ر وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی یُرَآءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَآءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَآءِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔ (مسند احمد ص۱۵۵ ج ۴ رقم (۱۷۱۴۵) حاکم: ص۳۲۹ ج ۴)

ترجمہ: شداد بن اوس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس نے نماز پڑھی دکھانے کے لیے اس نے شرک کیا اور جس نے روزہ رکھا دکھانے کے لیے اس نے شرک کیا اور جس نے خیرات کیا دکھانے کے لیے اس نے شرک کیا نقل کیا اسکو احمد نے

تشریح: یعنی جو عمل دکھانے کے لیے کیا جاوے وہ شرکِ خفی ہے اور شرکِ جلی بُت پرستی کرنا ہے مشائخ سے منقول ہے مَا مَنَعَکَ مِنَ اللّٰہِ فَھُوَ وَثَنُکَ[1] ترجمہ: جو چیز تجھ کو روک دے اللہ سے (یعنی اللہ کی اطاعت سے) وہ تیرا بُت ہے۔

۴۶ ا ر وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

[1] مظاہر حق ص۲۴۲ ج ۴

قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَاءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ رَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ -
(مسند احمد ص ۲۷۹ ج ۵ رقم ۲۲۱۱۶)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا آخری زمانہ میں چند قومیں ایسی پیدا ہوں گی جو ظاہر میں دوست ہوں گی لیکن باطن میں دشمن - پوچھا گیا یا رسول اللہ یہ کیونکر ہوگا؟ فرمایا یہ اس طرح ہوگا کہ ان میں سے بعض بعض سے غرض و لالچ رکھیں گے اور بعض بعض سے خوفزدہ ہوں گے -

تشریح: یعنی اغراضِ دنیویہ کے سبب دوستی رکھیں گے جب غرض نہ ہوگی بیگانہ ہوں گے اور غرضِ متوقع نہ پوری ہونے سے دشمن ہوجاویں گے خلاصہ یہ کہ نہ ان کی محبت اللہ کے لیے ہوگی نہ ان کا بغض اللہ کے لیے ہو گا - پس اس زمانہ میں نہ مخلوق کی محبت کا اعتبار ہوگا نہ مخلوق کی عداوت کا اعتبار ہوگا کیونکہ ان کی محبت وعداوت کا تعلق اغراضِ فاسدہ اور مقاصد کاسدہ سے ہوگا -

۲۷ا - وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ اَنَّهٗ بَكٰى فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَيْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرْتُهٗ فَاَبْكَانِيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِىَ الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَتُشْرِكُ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّ لٰكِنْ يُّرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اَنْ يُّصْبِحَ اَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَهْوَةٌ مِّنْ شَهَوَاتِهٖ فَيَتْرُكُ صَوْمَهٗ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔ (مسند احمد صـ ۱۲۳ ج ۴ ، بیہقی رقم (۶۸۳۰) صـ ۳۳۳ ج ۵ ، حاکم صـ ۳۳۰ ج ۴)

ترجمہ: حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ (ایک روز) وہ روئے پوچھا گیا کیوں روتے ہو انہوں نے کہا مجھے اس بات نے رُلایا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے سُنی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ میں اپنی اُمت پر شرکِ مخفی اور مخفی خواہشات سے ڈرتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کی اُمت آپ کے بعد شرک کرے گی۔ فرمایا ہاں خبردار! میری اُمت سورج کو نہ پوجے گی، چاند کی عبادت نہ کرے گی پتھر کی پرستش نہ کرے گی اور نہ بُتوں کے آگے سجدہ کرے گی لیکن اپنے اعمالِ خیر لوگوں کو دکھاتے گی اور مخفی شہوت یہ ہے کہ مثلاً ان میں سے کوئی شخص صبح کو روزہ دار اُٹھے گا پھر کوئی خواہش نفسانی خواہشات میں سے پیش آئے گی (مثلاً کھانے پینے کی خواہش یا جماع کی خواہش) اور وہ روزہ کو توڑ دے گا۔

تشریح: کسی نیک عمل کو دکھانے کے لیے کرنا شرکِ خفی کہلاتا ہے اور یہ ارشاد کہ روزہ کو توڑ دے گا یعنی لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ[1] کا لحاظ نہ کرے گا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ترجمہ: اور نہ باطل کرو اپنے اعمال کو۔

۴۲۸ ار وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَآ اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَیْكُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ فَیَزِیْدُ صَلٰوتَهٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔ (: باب الریاء والسمعۃ ص۔ ۳۱۰)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا خبردار! کیا تم کو میں ایک اور بات نہ بتلاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے مسیح دجّال سے زیادہ خطرناک ہے، ہم نے کہا ہاں خبر دیجئے یا رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا (وہ خطرناک چیز) شرکِ خفی ہے اور شرکِ خفی یہ ہے کہ مثلاً آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے

---

[1] سورۃ مُحمّد پارہ ۲۶ آیت ۳۳

اور نماز پڑھتا ہے اور زیادتی کرتا ہے نماز میں (یعنی لمبے چوڑے ارکان ادا کرتا ہے) محض اس لئے کہ کوئی شخص اس کو نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے۔

تشریح: دجّال سے ریاء کا خطرہ زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ دجّال کے جھوٹے ہونے کی علامات ظاہر ہوں گی اور مقدمۂ ریاء دل میں پوشیدہ ہوتا ہے۔

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز
کہ در چشمِ مردم گذاری دراز

ترجمہ: وہ نماز دوزخ کی کنجی ہے جو لوگوں کو دکھانے کے لئے لمبی چوڑی پڑھی جاتی۔

۱۴۹۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ن الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ رَجُلًا عَمِلَ عَمَلًا فِیْ صَخْرَۃٍ لَّابَابَ لَھَا وَلَا کُوَّۃَ خَرَجَ عَمَلُہٗ اِلَی النَّاسِ کَآئِنًا مَّا کَانَ۔ (بیہقی فِی شعب الایمان رقم الحدیث ۶۹۴۰)

ترجمہ: حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی ایسے بڑے پتھر کے اندر کوئی عمل کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو اور نہ کوئی روشندان اس کے عمل کی خبر لوگوں کو ہو جائے گی خواہ وہ عمل کسی قسم کا ہو۔

تشریح: مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مخلص بندہ اپنے اخلاص کے سبب اپنے نیک اعمال کو بہت ہی مبالغہ کے ساتھ پوشیدہ کرے اور ایسی جگہ چھپ کر ذکر و نوافل ادا کرے جہاں سے مخلوق کو پتہ چلنا نہایت مشکل ہو تب بھی حق تعالیٰ اس کے اعمالِ صالحہ کی اطلاع مخلوق تک پہنچا دیں گے یعنی بندہ کو خود اپنے اعمال کے اظہار کی حاجت نہیں اور دکھانے کی نیت سے اعمال کو ضائع کرنے اور ثواب سے خود کو محروم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ اخلاص کے ساتھ صرف رضائے حق کے لیے عبادت کرنے کی خوشبو کو خود حق تعالیٰ پھیلا دیتے ہیں[ع]۔ پس بندے کو چاہیے کہ اپنے مولیٰ کی رضا کے لیے اپنے اعمالِ صالحہ و طاعات کو مخفی کرنے میں کامل احتیاط سے کام لے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قول حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے کہ جس طرح مخلوق کو دکھانے کے لیے نیکی اور عبادت کرنا ریاء ہے اسی طرح مخلوق کے خوف سے یعنی ریاء کے خوف سے ترکِ عبادت بھی ریاء ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کو نظر سے ہٹا دے اور عظمت و کبریائی حق تعالیٰ کی سامنے رکھے جیسا کہ آفتاب کے ہوتے ستارے نظر نہیں آتے مگر یہ مقام منتہی اور کامل کا ہے۔ مبتدی کے لیے طاعات و معمولاتِ نافلہ کا اخفاء ہی مناسب بلکہ ضروری ہے اور بعضے جاہل صوفیہ جو جماعت سے مسجد

ع مگر اس نیت سے عمل کو مخفی نہ کرے بلکہ صرف خالص رضائے حق کے لیے ہو۔

میں نماز نہیں ادا کرتے اور ریاء کا خوف ظاہر کر کے فرائض بھی گھروں میں ادا کرتے ہیں تو یہ ان کی سخت نادانی اور جہالت ہے۔ صرف نوافل اور طاعاتِ نافلہ کے لیے یہ حکم سمجھے۔ حدیث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص کے اندر کوئی اچھی یا بری خصلت چھپی ہوتی ہے اللہ تعالےٰ ایک علامت اس سے ظاہر فرماتے ہیں جس کے سبب وہ صورت سے پہچان لیا جاتا ہے۔

۱۵۰ ۔ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ كُلَّ مُنَافِقٍ يَّتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْرِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ۔ (صہ ۲۸۴ ج ۲ رقم ۱۷۷۷)۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا میں اس اُمت پر (یعنی اپنی اُمت پر) ہر منافق کے شر سے ڈرتا ہوں جو علم و حکمت کی تو باتیں کرتا ہے اور ظلم کے کام کرتا ہے۔

تشریح: یعنی وعظ کہتا ہے لوگوں کو معتقد بنا کر ان سے دُنیا کا کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے اور خود اس پر عمل نہیں کرتا کہ اس کا دل تقویٰ کے نور سے خالی ہوتا ہے اور یہی صفت منافقوں کی ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ تعالےٰ

علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے وجود سے اپنی اُمّت پر خوف فرمایا۔ اللہ تعالےٰ جملہ خدّامِ دین کی اس فتنہ سے حفاظت فرمائیں۔ آمین! اور سب کے صدقہ میں اس عبدِ ناکارہ کی حفاظت فرمائیں۔ آمین!

۱۵۱ وَعَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ وَلٰكِنِّيْ اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِيْ طَاعَتِيْ جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِّيْ وَوَقَارًا وَّاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ

رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ۔ (دارمی ص۵۶ ج۱ رقم ۲۵۲)

ترجمہ: حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے میں حکیم کے ہر کلام کو قبول نہیں کر لیتا لیکن میں اس کے ارادہ اور نیت کو قبول کرتا ہوں۔ اگر اس کی نیت اور محبت میری اطاعت میں ہے تو مَیں اس کی خاموشی کو اپنی تعریف قرار دیتا ہوں اور وقار اگرچہ وہ کلام نہ کرے۔

تشریح: یعنی اگر کلام کرے دین کا اور نیت دنیا ہو تو وہ دُنیا ہی ہے اور اگر خاموشی اختیار کرے اللہ تعالےٰ کی محبت و اطاعت کے لیے تو وہ خاموشی محمود اور حمد و ثنا کے رُتبہ میں مقبول ہے اور مایۂ وقار علم کا ہے اسی سبب سے مشائخ سے منقول ہے کہ اللہ والوں کی خاموشی بھی ہادی ہے

رجس طرح سے ان کا نطق درجۂ قال سے ہادی ہے ان کا سکوت بھی درجۂ حال سے ہادی ہے ۔

خامش اند و نعرۂ تکرارِ شاں
میرود تا یار و تختِ یار شاں

ترجمہ : مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ خاموش بھی ہوتے ہیں اس وقت بھی ان کے باطن سے حق تعالےٰ تک مناجاتِ خاصہ و فریادِ خاص کا رابطہ قائم رہتا ہے ۔

بَابُ البُكَآءِ وَالخَوْفِ

رونے اور ڈرنے کا بیان

فَصْلِ اَوّلْ

۱۵۲ا۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَآ اَعْلَمُ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا وَّ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ۔ (بخاری: بابُ قَولِ النّبی صَلّی اللہ علیہ وَسلّم لو تعلمون مَا اعلم لضحکتم قلیلاً صد۹۶۰ ج ۲، مسلم: کِتَابُ الفضائل بَابُ توقیرہ صَلّی اللہ عَلَیْہِ وَسلّم صد۲۶۳ ج ۲، شَرحُ السُّنّة صد۳۷۳ ج ۷، رقم ۲۰۶۶)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روؤ اور بہت کم ہنسو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

تشریح: اس حدیث میں تنبیہ فرمائی گئی ہے اُمّت کو کہ جاہلوں اور غافلوں کے طریقۂ حیات سے اجتناب کرے یعنی زیادہ ہنسنے اور زیادہ راحت وعیش سے زندگی کو بچائے اور اُمید پر خوف کو غالب رکھے مگر بڑھاپے میں خوف پر اُمید کو غالب رکھے بالخصوص دُنیا سے رخصت ہونے کے قریب ایام میں عفو و رحمت کا مراقبہ زیادہ رکھے۔

۱۵۳ ۔ وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَآ اَدْرِيْ وَاللّٰهِ لَآ اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

(کتاب الشہادات باب القرعة فی المشکلات صہ ۳۶۹ ج ۱)

ترجمہ: حضرت اُمّ العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اگرچہ اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں لیکن اللہ کی قسم یہ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا (معاملہ) کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا (معاملہ کیا جائے گا)

تشریح: یہ حدیث اس وقت وارد ہوئی جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا جو کبائرِ مہاجرین صحابہ میں سے تھے انتقال ہوا اور جنت البقیع میں حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کی موت کے بعد ان کی پیشانی کا بوسہ دیا اور آنسو بہائے اور بہت عنایات فرمائیں۔ ایک عورت جو وہاں حاضر تھی کہا کہ اے ابن مظعون بہشت تجھ کو مبارک ہو کہ عاقبت تیری بخیر ہے

پس آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس عورت کو زجر و تنبیہ فرمائی کہ غیب کے فیصلوں پر ایسے یقین کے ساتھ دعوٰی کرنا اور پھر رُو برُو پیغمبر صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایسی جرأت سے بولنا بے ادبی اور نادانی ہے اور حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اپنے متعلق یہ فرمانا کہ مَیں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا یہ دراصل آپ کا غلبۂ استحضارِ عظمت و کبریائی حق سے راہِ ادب اختیار کرنا ہے اور حقیقت کلام کی مُراد نہیں یا یہ مُراد ہو کہ عاقبت کا حال تفصیل کے ساتھ معلوم نہیں اگرچہ مجملاً آپ کو علم تھا کہ عاقبت جملہ انبیاء علیہم السلام کی بخیر ہے یا مُراد یہ ہو کہ میں نہیں جانتا موت سے مروں گا یا قتل سے اور نہیں جانتا میں کہ تم پر اگلی امتوں کی طرح سے عذاب نازل ہوگا یا نہیں اور حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس آیت کے نزول سے قبل ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ[1] اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ کو یقین ہوا کہ عاقبت بخیر ہے۔ کذا قیل واللہ اعلم۔ (مرقات صہ ۱۹۸ ج ۹)

۱۵۴۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِيْ هِرَّةٍ لَّهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَّرَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ

---

[1] سورۃ الفتح پارہ ۲۶ آیت ۲

عَامِرِ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ وَکَانَ اَوَّلَ مَنْ سَیَّبَ السَّوَائِبَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ (مسلم: کتاب الکسوف ص۲۹۷ ج۱، شرح السنۃ ص۳۸۲ ج۷ رقم ۴۰۷۹)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا پیش کی گئی میرے سامنے دوزخ کی آگ (یعنی شبِ معراج میں یا خواب میں یا بیداری میں) میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو ایک بلّی کے معاملہ میں عذاب کیا جا رہا ہے جس کو اس نے باندھ کر رکھا تھا نہ تو وہ اس کو کھانے کو دیتی تھی اور نہ اس کی رسّی کھولتی تھی کہ وہ حشرات الارض میں سے (چل پھر کر) کچھ کھا لے یہاں تک کہ وہ بلّی بھوک سے مر گئی اور میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا جو اپنی آنتوں کو دوزخ کی آگ میں کھینچ رہا تھا اور یہ سب سے پہلا شخص تھا۔ جس نے سانڈ چھوڑنے کی رسم نکالی تھی۔

تشریح: پہلے زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ جو اونٹنی ہمیشہ مادہ جنتی یا کوئی مسافر دور دراز سے آتا یا کوئی بیمار شفا پاتا تو اونٹنی آزاد کرتے اور اس کو چھوڑ دیتے۔ اس پر سواری نہ کرتے جہاں سے وہ چاہتی چرتی پانی پیتی اور اس عمل کو بت کے تقرّب کا ذریعہ سمجھا جاتا۔ اس رسم کی ابتدا کرنے والا اور بنیاد رکھنے والا

یہی عمرو بن عامر خزاعی ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ بتوں کی پرستش کی ایجاد کرنے والا بھی یہی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آدمی ابھی سے دوزخ میں ہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ قیامت کے دن جو اس پر ہونے والا ہے وہ حالت آپ پر منکشف کی گئی اور صورت اس کی دکھا دی گئی۔ واللہ اعلم

۱۵۵۔ وَعَنْ اَبِیْ عَامِرٍ اَوْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَّسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَیَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰی جَنْبِ عَلَمٍ یَّرُوْحُ عَلَیْھِمْ بِسَارِحَۃٍ لَّھُمْ یَاتِیْھِمْ رَجُلٌ لِّحَاجَۃٍ فَیَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَیْنَا غَدًا فَیُبَیِّتُھُمُ اللّٰہُ وَیَضَعُ الْعَلَمَ وَیَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَۃً وَّ خَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

(باب ما جاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ ص۸۳۷ ج ۲۔)

ترجمہ: حضرت ابی عامر یا ابی مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ میری اُمّت میں کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو خز اور ریشم کو اور شراب کو اور باجوں کو حلال و جائز کر لیں گی اور ان میں سے کچھ قومیں اونچے پہاڑوں کے پہلو میں قیام اختیار کریں گی یعنی ان کی جائے قیام مشہور

اور نمایاں جگہ ہوگی کہ گدا اور محتاج سب ان کو دیکھنے آئیں گے اور حاجتیں طلب کریں گے۔ رات کے وقت ان کے مویشی (جو چرنے کو گئے تھے) واپس آئیں گے (پیٹ بھرے ہوئے اور تھنوں میں دودھ بھرا ہوا) اور ایک سائل ان کے پاس حاجت کے سبب آئے گا (تاکہ مویشی کے دودھ سے محظوظ ہو) وہ اس سے کہدیں گے کہ کل ہمارے پاس آنا پھر رات ہی کو اللہ تعالےٰ ان پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا اور پہاڑ کو ان کے بعض آدمیوں پر گرا دے گا اور بعض کی صورتوں کو مسخ کر دے گا اور بندر اور سؤر بنا دے گا جو قیامت تک اسی شکل وصورت میں رہیں گے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ خسف اور مسخ کا عذاب اس اُمت پر بھی ہوگا جیسا کہ اگلی اُمتوں پر ہُوا پس حدیثوں میں جو اس کی نفی آئی ہے وہ یا تو محمول ہے اس معنی پر کہ اس اُمت کے اوّل زمانہ میں ایسا نہ ہوگا اور یا محمول ہے کہ تمام اُمت پر خسف ومسخ نہ ہوگا پس بعض پہ ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۵۶/ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ کَانَ فِیْہِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی اَعْمَالِہِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) (بخاری: باب اِذا انزل اللہ بقوم عذابا ص۱۰۵۳ ج ۲ ، مسلم: باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت ص ۳۸۷ ج ۳ ، شَرحُ السُّنّۃ ص۳۹۳-۳۹۴ ج ۷، رقم ۴۰۹۹)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ جب کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو یہ عذاب ہر اس شخص کو گھیر لیتا ہے جو اس قوم میں ہوتا ہے (یعنی صالح اور غیر صالح) پھر (آخرت میں) لوگوں کو مع ان کے اعمال کے اٹھایا جائے گا۔

تشریح: یعنی دُنیا میں عذاب کے اندر نیک اور بُرے سب شامل ہوں گے لیکن آخرت میں ہر ایک اپنے عمل کے موافق جزا دیا جاوے گا اگر نیک ہے اچھا بدلہ دیا جاوے گا اور بُرا ہے تو بُرا بدلہ پائے گا۔

۵۷ ا۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

(بَابُ الْاَمْرِ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ تعالٰی عند الموت صـ ۳۸۷ ج ۲، شَرْحُ السُّنَّةِ صـ ۳۹۵ ج ۷، رقم ۴۱۰۲)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر بندہ اس حال میں اُٹھایا جائے گا جس حال پر کہ وہ مرا ہے۔

تشریح: یعنی ایمان پر یا کفر پر طاعت پر یا معصیت پر ذکر پر یا غفلت پر جس حالت میں مرے گا اسی حالت میں قیامت کے دن اُٹھایا جاوے گا۔

پس اعتبار خاتمہ کا ہے کہ دیکھئے آخری حالت کس کی کیا ہوتی ہے
اسی سبب سے حق تعالےٰ کے مقبول بندے یعنی اولیائے کرام اپنے
خاتمہ کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور جاہل فقیر اور وہ اہلِ علم جو
اہل اللہ کی صحبت سے خود بینی کے سبب دور رہتے ہیں۔ وہ دعویٰ اور پندار اور تکبر
کی باتیں کرنے میں دلیر ہوتے ہیں حق تعالےٰ اس بیماری سے اُمتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں
(آمین!)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ؎

ایماں چو سلامت بہ لبِ گور بریم
اَحسنتُ بریں چُستی و چالاکیِ ما

ترجمہ: جب ایمان کو سلامتی کے ساتھ ہم قبر میں لے جائیں گے
تو اس وقت ہم اپنی موجودہ چالاکی اور چُستی پر تحسین و تعریف کریں گے۔
کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور ابھی اس کا علم ہم کو نہیں ۔

فصلِ دوم

۱۵۸ ؎ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ (: بَابُ ماجاء أنّ النار وما ذکر من یخرج من النّار ص ۸۷ ج ۲ ، شرح السّنّة: ص ۳۷۵ ج ۷ رقم ۴۰۶۹)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کی آگ کے مانند نہیں دیکھا (یعنی ایسی شدید و ہولناک چیز نہیں دیکھی) کہ اس سے بھاگنے والا سوتا ہے اور جنت کی مانند نہیں دیکھا کہ اس کا طلب کرنے والا سوتا ہے۔

تشریح: یعنی دوزخ کے عذاب سے جیسا کہ بھاگنا چاہیے اس طرح لوگوں کا عمل نہیں بلکہ بھاگنے کے بجائے سوتے ہیں اور دوزخ سے بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کو گناہوں سے بچایا جاوے اور نیک اعمال میں سستی نہ کرے۔

اسی طرح جنت کی نعمتوں کی طرف جس طرح رغبت کے ساتھ دوڑنا چاہیے اس طرح عمل نہیں بلکہ دوڑنے کے بجائے سوتا

ہے اور جنت کی طرف بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ نیک اعمال کا اہتمام کیا جاوے اور گناہوں سے بچا جاوے۔

۱۵۹ا۔ وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْٓ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَآ اَنْ تَأَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَافِیْهَا مَوْضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَآ اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَّ مَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجْاَرُوْنَ اِلَی اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔

(ترمذی: بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا صہ، ج ۲، شرح السُّنَّۃ صہ ۲۷۳ ج ۷ رقم ۴۱۷۲، سند احمد صہ ۲۰۶ ج ۵ رقم ۲۱۵۷۲، ابن ماجۃ: بَابُ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ صہ ۳۰۹۔)

ترجمہ: حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں جس چیز کو دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے (یعنی علاماتِ قیامت اور حق تعالےٰ کی صفاتِ قہریہ) اور جس بات کو میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے (یعنی احوالِ آخرت کے اسرار اور قیامت کی ہولناکیاں اور عذابِ دوزخ کی شدت) آسمان آواز بلند کرتا ہے اور اس کو آواز کرنے کا حق ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری

جان ہے آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتے اللہ تعالےٰ کے لیے اپنا سر رکھے سجدہ میں نہ پڑے ہوں۔ اگر تم کو اس بات کا علم ہو جائے جس کو مَیں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو اور زیادہ روؤ اور نہ عورتوں سے بستروں پر لذت حاصل کرو اور جنگلوں کی طرف اللہ تعالےٰ سے نالہ و فریاد کرتے ہوئے نکل جاؤ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد غلبۂ خوف سے فرمایا کاش میں کوئی درخت ہوتا جس کو کاٹ ڈالا جاتا۔

تشریح: بعض فرشتے قیام میں ہیں اور بعض رکوع میں ہیں بعض سجدہ میں ہیں اور اس حدیث میں صرف سجدہ کا تذکرہ ہے تو ممکن ہے کہ یہ صورت ایک آسمان کے ساتھ ہو۔ واللہ اعلم

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول کہ کاش مَیں درخت ہوتا اسی طرح کے اقوال اور بھی اکابر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہیں ایک صحابیؓ نے کہا کہ کاش میں بکری ہوتا اور ذبح کرکے مجھے کھا جاتے، دوسرے صحابیؓ نے کہا کاش کہ مَیں پرندہ ہوتا جہاں چاہتا چلا جاتا اور کچھ احکام شریعت اس پر نہیں اور یہ حضرات وہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف سے بشارت جنّت کی دی گئی تھی پھر اوروں کو کیا کہیے۔ اگرچہ وعدہ مُخبرِ صادقؐ کا ہے۔ لیکن خوف درگاہ بے نیازی کمر توڑے ڈالتا ہے۔ آسمان آواز بلند کرتا ہے اس کا مفہوم

یہ ہے کہ ازدحام وہجومِ ملائکہ سے آسمان چرچر بولتا ہے۔

۱۶۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

(شرح السُّنّة صد ۳۷۴ ج ۷ رقم (۴۰۶۸)، ترمذی: ابوابُ صِفَةِ القیٰمةِ صد ۷۱ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جو شخص (آخرِ شب میں دشمن کی غارت گری سے) خوف رکھتا ہے اوّل رات ہی میں بھاگتا ہے۔ (تاکہ دشمن سے نجات پائے) اور جو شخص اوّل رات میں بھاگتا ہے منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ خبردار! اللہ تعالےٰ کی متاع بہت مہنگی ہے خبردار اللہ تعالےٰ کی متاع جنّت ہے۔

تشریح: یہ مثال بیان فرمائی نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آخرت کی راہ چلنے والوں کی کہ شیطان ہر سالک کے پیچھے لگا رہتا ہے اور نفس اور خواہشاتِ باطلہ ایمان ودین پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں پس جس نے ہوشیاری سے راستہ طے کیا اور اپنی نیت کو خالص رکھا وہ شیطان سے امن میں ہوا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار خدائی سودا بڑا مہنگا ہے یعنی آخرت کی راہ بہت مشکل ہے تھوڑی سعی سے نہیں حاصل ہوتی یعنی خوب محنت کرو آخرت کے لیے۔ اور جنت اللہ تعالےٰ

کی متاع ہے جس کی قیمت نیک اعمال ہیں

۱۶۱۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ جَلَّ ذِکْرُہٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَکَرَنِیْ یَوْمًا اَوْخَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْہَقِیُّ فِیْ کِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ۔ (بیہقی شعب الایمان ص۴۷۰/۳۶۹ ج۱ رقم ۷۴۰، ترمذی: بَابُ مَاجَاءَ اَنَّ لِلنَّارِ نَفَسَیْنِ وماذکر من یخرج من النار ص۸۷ ج۲)۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) فرمائے گا (ان فرشتوں سے جو دوزخ پر متعین ہیں) آگ میں سے اس شخص کو نکال دو جس نے مجھ کو ایک دن بھی یاد کیا ہے یا کسی مقام پر مجھ سے ڈرا ہے۔

تشریح: ذکر سے مُراد اخلاص ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا خالص دل سے اور سچی نیّت سے۔ دلیل اس مفہوم پر یہ حدیث ہے کہ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ترجمہ: جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا خالص دل سے وہ جنت میں داخل ہوگیا[1] اور مُراد خوف سے یہاں اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے اور اپنے اعضاء کو اطاعت وعبادت میں مشغول رکھنا ہے اور دلیل اس

---

[1] مرقاۃ ص۲۱۰ ج۹، حلیۃ ص۳۶۴ ج۷

کی یہ حدیث ہے: اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْيَتِكَ مَا تَحُوْلُ بِهٖ بَيْنَنَا وَبَيْنَ مَعَاصِيْكَ ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنے خوف کا وہ حصہ عطا فرما جو میرے اور تیرے معاصی کے درمیان حائل ہو جاوے

پس خوفِ خدا اسی کا نام ہے جو گناہ سے دور رکھے اور گناہوں میں ملوّث آدمی کا خوفِ خدا پر دعویٰ غلط اور جھوٹ ہے اسی سبب سے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ کیا تو اللہ سے ڈرتا ہے؟ تو خاموشی اختیار کرلے کیونکہ اگر کہتا ہے کہ نہیں ڈرتا ہوں تو کافر ہوتا ہے اور اگر تو کہتا ہے کہ ڈرتا ہوں تو تیرا دعویٰ جھوٹ ہے کیونکہ گناہوں سے تو محفوظ نہیں ہے۔

۶۲ا۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا ابْنَةَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(ابنِ ماجة: باب التوقی علی العمل ص۳۰۹، ترمذی: کتابُ التفسیرِ سورۃُ المؤمنین ص۱۵۱ ج ۲)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ[1] (یعنی وہ لوگ دیتے ہیں جو کچھ کہ دیتے ہیں اس حال میں کہ ان کے دل ترساں ولرزاں ہیں) کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں ؟ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کی بیٹی ! نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں کہ ان کے ان اعمال کو (شاید) قبول نہ کیا جائے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

تشریح : یعنی نہایت رغبت کرتے ہیں طاعات میں اور دوڑتے ہیں اعمالِ صالحہ کی طرف۔ لیکن ڈرتے ہیں اس خوف سے کہ عبادات میں حق تعالےٰ کی کبریائی اور عظمت کا حق ادا نہ ہو سکا اس لیے استغفار کرتے ہیں پس عام لوگ تو صرف سیّئات سے استغفار کرتے ہیں اور خواصِ اُمّت حسنات کے بعد بھی استغفار کرتے ہیں کہ جو کوتاہیاں ادائیگی حسنات میں ہوئی ہوں وہ معاف ہو جائیں

اور "دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مالی اور بدنی جو عبادتیں کرتے ہیں ساتھ ساتھ ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں کہ قبول ہوئی

---

[1] سورۃ المؤمنون پارہ ۱۸ آیت ۶۰

یا نہیں۔ احقر مؤلف کتابِ ہذا عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کرتا رہے اور ڈرتا رہے یعنی نیک اعمال کر کے بے ڈر نہ ہو اور ناز نہ ہو اور نہ اتنا ڈر مطلوب ہے کہ خوف سے اعمال ہی چھوڑ بیٹھے۔ یہ اس لیے کہ حق تعالےٰ نے اس آیت میں یہ بھی فرما دیا کہ یہ بندے ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرنے والے ہیں۔

۱۶۳۔ وَعَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّیْلِ قَامَ فَقَالَ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اُذْکُرُوا اللّٰہَ اُذْکُرُوا اللّٰہَ جَآءَتِ الرَّاجِفَۃُ تَتْبَعُھَا الرَّادِفَۃُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِیْہِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

(اَبْوَابُ صِفَۃِ الْقِیٰمَۃِ ص۔۷۲ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب دو تہائی رات گذر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اُٹھتے (نمازِ تہجد کے لیے) اور فرماتے اے لوگو! اللہ تعالےٰ کو یاد کرو اللہ تعالےٰ کو یاد کرو زلزلہ آیا اور اس کے پیچھے آتا ہے پیچھے آنے والا۔ موت آپہنچی مع ان احوال کے جو اس میں ہیں موت آپہنچی مع ان احوال کے جو اس میں ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سونے

والوں اور غافلوں کو اس حدیث میں تہجد کی تاکید فرمائی ہے اور زلزلہ آنے کا مطلب قیامت کے قرب کا بتانا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ سونا مشابہ موت ہے جو علامتِ نفخۂ اولی ہے اور جاگنا نفخۂ ثانیہ ہے اور یہ دونوں نشانی قیامت ہیں جو سونے اور جاگنے میں موجود ہیں پس ہر رات عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ نیند موت کا بھائی ہے پھر جاگنے کے بعد کی دُعا جو وارد ہے کہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں زندگی دی بعد موت دینے کے اور اس کی طرف حشر و نشر کے لیے جانا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سونے اور جاگنے میں حشر و نشر کے علامات موجود ہیں۔

۱۶۴۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوۃٍ فَرَاَی النَّاسَ کَاَنَّھُمْ یَکْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّکُمْ لَوْ اَکْثَرْتُمْ ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَکُمْ عَمَّآ اَرٰی اَلْمَوْتِ فَاَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّہٗ لَمْ یَاْتِ عَلَی الْقَبْرِ یَوْمٌ اِلَّا تَکَلَّمَ فَیَقُوْلُ اَنَا بَیْتُ الْغُرْبَۃِ وَاَنَا بَیْتُ الْوَحْدَۃِ وَاَنَا بَیْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَیْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَہُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَّاَھْلًا اَمَا اِنْ کُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی ظَھْرِیْ اِلَیَّ فَاِذْ وُلِّیْتُکَ الْیَوْمَ وَصِرْتَ اِلَیَّ فَسَتَرٰی صَنِیْعِیْ بِکَ قَالَ فَیَتَّسِعُ لَہٗ مَدَّ بَصَرِہٖ وَیُفْتَحُ لَہٗ بَابٌ اِلٰی

الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَّلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰى ظَهْرِيْ اِلَيَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَيَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِيْ بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَيَّضُ لَهٗ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِّنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَّا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهٗ وَيَخْدِشْنَهٗ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔

(ابوابُ صِفَةِ القیامۃِ صہ ۷۲-۷۳ - ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لائے دیکھا کہ لوگ گویا ہنس رہے ہیں آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز کا اکثر ذکر کرتے رہو تو وہ تم کو اس سے باز رکھے جس کو میں دیکھ رہا ہوں (یعنی ہنسنے سے اور غفلت سے) اور وہ (یعنی لذتوں کو فنا کر دینے والی چیز) موت ہے۔ پس تم لذتوں کو فنا کر دینے والی موت کو اکثر یاد رکھو اور واقعہ یہ ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں قبر یہ نہ کہتی ہو کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ میں تنہائی کا گھر ہوں۔ میں مٹی کا گھر ہوں میں

کیڑوں کا گھر ہوں اور جب قبر میں مومن بندہ کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مُبارک ہو تو کشادہ مکان میں آیا ہے تُو میرے نزدیک بہت محبوب تھا ان لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں آج کے دن میں تجھ پر حاکم و قادر بنائی گئی ہوں اور تُو مجبور ہو کر میری طرف آیا ہے پس تُو عنقریب میرے اس نیک سلوک کو دیکھے گا جو میں تیرے لیے کروں گی اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس مومن بندہ کے لیے حدِ نظر تک قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے (جس سے وہ جنت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور اس میں سے ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور حُور و قصور اور جنت کی نہریں اور میوے اور درخت دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں)

اور جب فاجر یا کافر بندہ کو دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے نہ تو تیرا آنا مبارک اور نہ قبر تیرے لیے کشادہ مکان ہے تُو میرے نزدیک ان تمام لوگوں میں سے جو مجھ پر چلتے ہیں نہایت مبغوض اور بُرا تھا اور آج کے دن کہ مَیں تجھ پر حاکم و قادر کی گئی ہوں اور تُو مجبور و مقہور ہو کر میری طرف آیا ہے تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہوں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر قبر اس کو دباتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کیں (یہ دکھانے کے لیے کہ قبر کے دبانے سے کافر کی پسلیاں اس طرح ایک دوسرے کے اندر گھس جاتی ہیں) پھر فرمایا اس کافر پر ستر اژدہے مقرر کیے جاتے ہیں (ایسے اژدہے کہ اگر ایک ان میں سے زمین پر پھنکار مارے تو قیامت تک زمین سبزہ نہ اُگائے۔ یہ اژدہے اس کو کاٹتے اور نوچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس بندہ کو حساب کے لیے لے جایا جائے، راوی ابوسعید رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک آگ کا گڑھا ہے۔

تشریح: موت کو کثرت سے یاد کرو کہ یہ لذت کو کاٹنے والی ہے یہ نہایت نصیحت ہے غافلوں کے لیے اور ایک حدیث میں ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا غافل کے دل کو زندہ کرتا ہے چنانچہ عارف باللہ مولانا نورالدین علی متقی ایک تھیلی بنا کر رکھتے تھے جس پر موت لکھا ہوتا تھا جب کوئی ان سے مرید ہوتا اس مرید کی گردن میں یہ تھیلی لٹکا دیتے تاکہ وہ جانتا رہے کہ موت قریب ہے نہ کہ دُور ہے تاکہ آرزو دنیا کی کم کرے اور اعمالِ نیک زیادہ کرے۔

بعض نیک سلاطین کا دستور تھا کہ ایک شخص کو مقرر کرتے کہ وہ ان

کے پیچھے کھڑا رہے اور الموت الموت کہتا رہے تاکہ غفلت نہ پیدا ہو آخرت سے

قبر کے اندر مُردہ کے جسم کی بدبو سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں پھر وہ جسم کو کھا جاتے ہیں پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھاتے ہیں حتّٰی کہ ایک کیڑا رہ جاتا ہے پھر وہ بھوک سے مر جاتا ہے اور انبیاء اور شہداء اور اولیائے کرام کے اجسام اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی ان کے بدن کو نہیں کھا سکتے کیڑے اور نہ زمین۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ[1]۔ ترجمہ: تحقیق کہ اللہ تعالےٰ نے حرام فرمایا زمین پر کہ کھائے وہ پیغمبروں کے بدن کو اور شہیدوں کے بارے میں حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کے راستے میں مقتول ہوتے ان کو مُردہ گمان مت کرو وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس اور علماء کی شان میں حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء جس روشنائی سے تصنیف کرتے ہیں وہ شہیدوں کے خون سے افضل ہے۔ اس سے اولیائے کرام کے اجسام کی حفاظت ثابت ہوتی ہے اور علماء سے مُراد علمائے باعمل ہیں۔

۱۶۵۔ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ وَّاَخَوَاتُھَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔
شرح السُّنّۃ صہ ۳۷۵ ج ۷، رقم ۳۰۷۱، ترمذی فی الشمائل: بابُ ماجاء

---

[1] مرقاۃ صہ ۲۱۳ ج ۹

فی شیبِ رسول اللہ صَلّی اللہ علیہ وسلّم صہ ۴)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھ کو سورۂ ھود اور اُن جیسی اور سورتوں نے (جن میں قیامت اور عذابِ الٰہی کا ذکر ہے) بوڑھا کر دیا۔

۱۶۶ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِىْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلٰتُ وَعَمَّ يَتَسَاۗءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ (شَرْحُ السُّنَّةِ صہ ۳۷۵ ج ۷ رقم ۴۰۷۰، ترمذی: فی الشمائل بابُ ماجاء فی شیب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وَسلّم صہ ۴)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو سُورۂ ھُود، سُورۂ واقعہ، سُورۂ مرسلٰت اور سورۂ عمّ یتساءلون نے بوڑھا کر دیا۔

تشریح: یعنی ان سورتوں میں جو عذاب بیان فرمایا گیا ہے مجھے اپنی اُمّت کا غم ہوتا ہے کہ نجانے ان کا کیا حال ہو پس یہ غم مجھے بوڑھا کیے دیتا ہے۔

فصل سوم

۱۶۷؎ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّ ھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِی الْمُھْلِکَاتِ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ۔ (کِتَابُ الرِّقَاقِ بَابُ مَا یَتَّقٰی مِنْ مُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ صہ ۹۶۱ ج ۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں (یعنی تمہارے نزدیک بہت معمولی اور حقیر ہیں اور تم ان کو کرنے سے نہیں ڈرتے لیکن ہم ان کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے۔

۱۶۸؎ وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا عَائِشَۃُ اِیَّاکِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَھَا مِنَ اللّٰہِ طَالِبًا رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ (بیہقی صہ ۴۰۴-۴۰۵ ج ۵ رقم ۷۲۶۱)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچا جن کو حقیر اور معمولی خیال کیا جاتا ہے اس لیے کہ ان گناہوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک مطالبہ کرنے والا بھی ہے

تشریح: چھوٹے گناہ سے غافل نہ رہے اور ان کو معمولی نہ سمجھے کہ چھوٹی چنگاری بڑھتے بڑھتے شعلہ والی آگ بن جاتی ہے۔ نیز یہ کہ جس گناہ کو چھوٹا اور سہل جانا جاتا ہے اس کی تلافی اور اس سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ ایک قسم کا عذاب ہے کہ گناہ کو چھوٹا اور سہل سمجھ کر غفلت میں مبتلا رہے۔ نیز یہ سمجھنا چاہیئے کہ چھوٹے گناہ پر اگر اصرار کیا جائے تو وہ پھر صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور اسی سبب سے کبھی حق تعالےٰ کبیرہ گناہ معاف فرماتے ہیں اور کبھی صغیرہ گناہ پر عذاب دیتے ہیں۔ اور واضح ہو کہ ارشادِ باری تعالےٰ ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ[1] اور حق تعالےٰ کا تھوڑا راضی ہونا بھی تمام کائنات وما فیہا سے افضل و اکبر ہے پس جس ذاتِ پاک کی تھوڑی رضا نعمت کے اعتبار سے اکبر ہے تمام چیزوں سے اسی طرح اس کی ناراضی تھوڑی بھی نہایت خطرناک و مضر ہے تمام چیزوں سے۔

۱۶۹۔ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِیْ مَا قَالَ اَبِیْ لِاَبِیْكَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّ اَبِیْ قَالَ

---

[1] سورۃ التوبہ پارہ ۱۰ آیت ۷۲

لِاَبِيْكَ يَا اَبَا مُوْسٰى هَلْ يَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادَنَا مَعَهٗ وَعَمَلَنَا كُلَّهٗ مَعَهٗ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِيْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَيْرًا كَثِيْرًا وَّاَسْلَمَ عَلٰى اَيْدِيْنَا بَشَرٌ كَثِيْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْا ذٰلِكَ قَالَ اَبِيْ وَلٰكِنِّيْ اَنَا وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ عَمِلْنَاهُ بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ كَانَ خَيْرًا مِّنْ اَبِيْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (بخاری: کِتَابُ مَنَاقِبِ الْأَنصَارِ بَابُ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۵۵۷ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابی بردہ بن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا تم جانتے ہو میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا مجھ کو معلوم نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا میرے والد نے تمہارے والد سے کہا تھا اے ابوموسیٰ! کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے کہ ہمارا اسلام جو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا اور ہماری ہجرت آپ ﷺ کے ساتھ تھی اور ہمارا جہاد آپ ﷺ کے

ساتھ تھا اور ہمارے سارے اعمال جو آپ ﷺ کے ساتھ یعنی آپ ﷺ کے زمانے میں تھے وہ ہمارے لیے ثابت و برقرار رہیں اور آپ کی وفات کے بعد جو عمل ہم نے کیے ہیں ان سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جاویں تو ہمارے لیے کافی ہے۔ تمہارے والد نے یہ سُن کر میرے والد سے کہا نہیں یوں نہیں ہے اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد ہم نے نماز پڑھی اور ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال ہم نے کیے اور بہت سے لوگ ہمارے ہاتھوں پر مسلمان ہوتے اور امید ہے کہ ہم کو ان اعمال کا ثواب ملے گا۔ میرے والد نے یہ سُن کر کہا لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہیں وہی ثابت و برقرار رہیں اور جو اعمال ہم نے آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد کیے ہیں ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ مَیں نے یہ سن کر کہا تمہارے والد اللہ کی قسم میرے والد سے بہتر تھے۔

تشریح: برابر سرابر کا مطلب ہے کہ نہ ان اعمال سے نفع پہنچے نہ ضرر اور نہ ثواب ملے ان اعمال کا نہ ان کے سبب عذاب ہو۔

؎ طاعتِ ناقصِ ما موجبِ غفراں نہ شود
راضیم گر مدد علتِ عصیاں نہ شود

ہماری ناقص عبادت باعثِ مغفرت نہیں ہوتی تو میں راضی ہوں کہ وہ عبادت عفو کر دی جائے اور سببِ زیادتی معاصی نہ بنے۔

عارفین حضرات نے فرمایا ہے کہ جو گناہ دل میں ندامت و ذلت اور شرمساری و حقارت پیدا کرے وہ بہتر ہے اس طاعت و عبادت سے جو دل میں ناز و بڑائی یعنی تکبّر اور عُجب پیدا کرے۔

ازیں بر ملائک شرف داشتند
کہ خود را بہ از سگ نہ پندا شتند

اولیائے کرام اس سبب سے فرشتوں سے بازی لے جاتے ہیں کہ اپنے کو خاتمہ اور انجام کے خوف سے کتّوں سے بھی بہتر نہیں سمجھتے اور وہ تواضع جو اللہ تعالےٰ کے لیے ہو اس پر بلندی کا وعدہ ہے۔

۷۰ ار وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَ الْغِنٰی وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا وَّ نُطْقِیْ ذِكْرًا وَّنَظَرِیْ عِبْرَةً وَّاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ رَوَاهُ رَزِیْنٌ۔

(رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ صہ ۴۵۸ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پروردگار نے مجھ کو نو باتوں کا حکم دیا ہے۔ ۱ر ظاہر و باطن میں اللہ تعالےٰ سے ڈرنا۔ ۲ر سچی اور راست بات کہنا غصہ اور رضامندی کی حالت میں یعنی جب آدمی کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کا عیب چھپاتا ہے اور جب غصہ آتا ہے تو اس کے برعکس کرتا ہے۔ چاہیئے کہ دونوں حالتوں میں یکساں رہے ۳ر فقر اور غنا میں میانہ روی یعنی فقر اور غنا دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہے حالتِ فقر میں غصہ اور بے صبری نہ کرے اور غنا میں تکبر اور سرکشی نہ اختیار کرے۔ ۴ر میں اس سے قرابت داری کو قائم و برقرار رکھوں جو مجھ سے قطع تعلق کرے یعنی جو رشتہ دار مجھ سے قطع رحمی و بدسلوکی کرے میں اس کے ساتھ سلوک و احسان ہی کروں اور یہ غایتِ حلم و تواضع ہے۔ ۵ر میں اس شخص کو دوں جو مجھ کو محروم رکھے۔ ۶ر جو شخص مجھ پر ظلم کرے میں (باوجود قدرتِ انتقام) اس کو معاف کردوں۔ ۷ر میری خاموشی غور و فکر ہو یعنی جب خاموش رہوں تو اسماء و صفات اور مصنوعاتِ الٰہیہ میں غور و فکر کروں۔ ۸ر میری گویائی ذکرِ الٰہی ہو یعنی جب بات کروں تو اللہ تعالےٰ کا ذکر کروں جیسے تسبیح و تحمید و تکبیر و تلاوت اور وعظ و نصیحت وغیرہ۔ ۹ر اور میری نظر عبرت حاصل کرنے کے لیے ہو اور میرے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ میں امر بالمعروف کروں۔

تشریح: نمبر ۹ میں نہی عن المنکر نہ ذکر کیا وہ اس لیے کہ امر بالمعروف دونوں کو شامل ہے اچھی بات کے کرنے کو اور بری بات کے نہ کرنے کو

۱۷ اور وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ يَّخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَّاِنْ كَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِّنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔ (بَابُ الْحُزْنِ وَالْبُكَاءِ صہ ۳۰۹)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مومن بندہ ایسا نہیں ہے جس کی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کے خوف سے آنسو نکلے اگرچہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی ہو پھر وہ آنسو اس کے چہرے پر پہنچے مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

تشریح: اسی حدیث کے پیش نظر ایک صحابی رضی اللہ عنہ اللہ تعالےٰ کے خوف سے نکلے ہوئے آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل کر پھیلا لیتے تھے تاکہ دُور تک یہ آنسو لگ جائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جاتے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آنسوؤں کو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی سے مل کر تمام چہرے پر مل لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے میں نے اپنے مرشد حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بَابُ تَغَیُّرِ النَّاسِ

لوگوں کی حالتوں میں تغیر وتبدل کا بیان

فَصْلِ اَوّل

۱۷۲ - عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَۃِ لَا تَکَادُ تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ (مُسلم : بابُ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم الناسُ کابلِ مائۃٍ لا تجد فیھا راحلۃ صہ ۳۱۲ ج ۲ ، شَرحُ السُّنّۃ : صہ ۳۸۸ ج ۷ ، رقم (۴۰۹۰) ، بخاری : کِتَابُ الرقاقِ بَابُ رَفعِ الامَانَۃِ صہ ۹۶۲ ج ۲)

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی مانند ان سَو اونٹوں کے ہے جن میں سے تو ایک ہی کو سواری کے قابل پائے گا۔

تشریح : مراد یہ ہے کہ آدمیوں کی تعداد مت دیکھو ۔ بلکہ یہ دیکھو کہ کام کے کتنے ہیں کیونکہ ایک آدمی جو کام کا ہو بہتر ہے ان لاکھ آدمیوں سے جو نااہل ہوں ۔ سَو کی تعداد سے کثرت مراد ہے یعنی تحدید مراد نہیں بلکہ تکثیر

مُراد ہے۔ پس عالم باعمل مخلص کا وجود اُمّت کے لیے کیمیا ہے اور یہ مقولہ مشہور ہے کہ یہ زمانہ قحط الرجال کا ہے زمانہ نزول وحی کے وقت جب حق تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے کہ: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ[1] ○ بہت تھوڑے شکر گذار بندے ہیں۔ تو اب کیا حال ہوگا۔

۳۷ اور عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (مسلم: کتاب العلم ص ۳۳۹ ج ۲، ابن ماجۃ: باب افتراق الامم ص ۲۸۷، شرح السنۃ ص ۳۸۹ ج ۷ رقم ۴۰۹۱، بخاری ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ ج ۱)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ البتہ ان لوگوں کی تقلید و پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ (یعنی ان کی پوری متابعت کرو گے) یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔ حالانکہ وہ سوراخ بہت تنگ ہوتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (کیا آپ کی مُراد) یہود و نصاریٰ سے ہے۔ آپ صلی

---

[1] سورۃ سبا پارہ ۲۲ آیت ۱۳

اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا (وہ نہیں تو پھر) اور کون۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس اُمّت کے اندر یہود و نصاریٰ کی بیماری پیدا ہو گی۔ چنانچہ آج یہ اُمّت بھی ان علماء کو جو وارثینِ انبیاء ہیں یا تو قتل کرتی ہے یا ان کا مذاق اڑاتی ہے اور اولیاء کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ رزق اور اولاد اور دیگر حاجت روائی میں شریک سمجھتی ہے جیسا کہ اہلِ بدعت کر رہے ہیں۔

۴۷۱ - وَعَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ (بَابُ ذهاب الصالحین ص۹۵۲ ج ۲ ۔ شَرْحُ السُّنَّةِ ص۳۸۹ ج ۷ رقم: ۴۰۹۲)

ترجمہ: حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک بخت لوگ ایک کے بعد دیگرے مرتے جاویں گے اور باقی رہیں گے ردی و بے کار (یعنی بُرے اور بدکار) مانند جو کی بھوسی یا کھجور کی بھوسی کے جن کی اللہ تعالےٰ کوئی پروا نہیں کرتا۔

فصلِ دوم

۱۷۵/ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشَتْ اُمَّتِیَ الْمُطَیْطِیَآءَ وَخَدَمَتْھُمْ اَبْنَآءُ الْمُلُوْکِ اَبْنَآءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللّٰہُ شِرَارَھَا عَلٰی خِیَارِھَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔ (شرح السنۃ ص۳۹ ج۷ رقم ۴۰۹۵، ترمذی ابوابُ الفتنِ ص۵۲ ج۲۔)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت کے لوگ تکبّر سے چلیں گے اور فارس و روم کے بادشاہوں کی اولاد ان کی خدمت کرے گی تو اللہ تعالےٰ امت کے بُرے لوگوں کو بھلے لوگوں پر مسلط کر دے گا۔

تشریح: یہ حدیث حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نبوّت کی دلیل ہے آپ ﷺ نے وحی سے یہ خبر آئندہ کی دی اور پھر امت نے اپنی آنکھوں سے یہ وقت دیکھا کہ شہر فارس اور روم فتح ہوئے اور ان کے اموال قبضے میں آئے اور ان کی اولاد کو خدمت گذار بنایا گیا پھر حق تعالےٰ نے مسلط کیا بنی امیہ کو بنی ہاشم پر اور انہوں نے پھر جو کچھ کرنا تھا سب کیا۔

۱۷۶/ وَعَنْ حُذَیْفَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَقْتُلُوْا اِمَامَکُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْیَافِکُمْ

وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ (باب ماجاء فی امر بالمعروف والنھی عن المنکر ص ۴ ج ۲)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک تم اپنے امام خلیفہ یا سلطان کو قتل نہ کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنی تلواروں سے نہ مارو گے اور تمہاری دنیا کے مالک تمہارے شریر و بدکار لوگ نہ ہو جائیں گے یعنی ملک و سلطنت ظالموں کے ہاتھ آئے گی اور نافرمان و فاسق لوگ مخلوق پر حکمرانی کریں گے۔

۷۷ اور وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ بْنُ لُكَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ۔ (ترمذی: باب ماجا فی اشراط الساعۃ ص ۴۴ ج ۲، رواہ البیہقی: فی دلائل النبوۃ بحوالہ مشکوۃ ص ۴۵۹ ج ۲)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ دنیا میں سب سے زیادہ نصیبہ ور (دولتمند اور جاہ و منصب والا) وہ شخص نہ بن جائے گا جو لئیم اور احمق ہے اور احمق کا بیٹا ہے (یعنی بد اصل اور بدسیرت اشخاص دنیاوی جاہ و جلال اور دولت کے مالک ہو جائیں گے)

۱۷۸ ۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِىْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِىْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِىْ حُلَّةٍ وَّرَاحَ فِىْ حُلَّةٍ وَّوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَّرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ (ابواب صِفَةِ الْقِيَامَةِ صہ ۷۳، ج ۲ ، اَلتَّرغِيبُ وَالتَّرهِيب صہ ۸۵، ۸۶ ج ۴ رقم ۵۰۵۸)

ترجمہ: حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سُنا تھا یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ آئے اس وقت ان کے جسم پر صرف ایک

چادر تھی جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر رو پڑے کہ ایک زمانہ میں وہ کس قدر خوش حال تھے اور آج ان کی کیا حالت ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلو گے اور شام کو ایک جوڑا پہن کر نکلو گے (یعنی مال و دولت کی کثرت کی وجہ سے صبح کو ایک لباس پہنو گے اور شام کو دوسرا) اور تمہارے سامنے کھانے کا ایک بڑا پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا (یعنی انواع واقسام کے کھانے تمہارے سامنے رکھے جائیں گے) اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردے ڈالو گے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس روز آج کے دن سے بہتر حال میں ہوں گے اس لیے کہ ہم اس وقت عبادت کے لیے فارغ ہوں گے اور محنت و اشغال سے بے فکری ہوگی۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں آج کے دن تم اس دن سے بہتر ہو۔

تشریح: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ حضرت

---

[1] جَمعُ الجَوَامِع ص ۳۲۶ ج ۱۱ رقم: (۱۹۵۰۱) عن عمر رضی اللہ عنہ قال نَظَرَ رسولُ اللہ إلی مُصعب ابنِ عمیرٍ مُقبِلاً علیہ إِهَابُ کبشٍ قد تَنَطَّقَ بِہ فَقَالَ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم انظُرُوا إلی ھذا الذی نَوَّرَ اللہُ قَلبَہٗ لقد رأیتہٗ بَینَ أبوینِ

(بقیہ تخریج اگلے صفحہ پر)

عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت مصعب بن عمیر حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے اور وہ اس حالت میں تھے کہ تسمہ سے (بکری کی کھال کے) اپنی کمر باندھے ہُوتے تھے پس حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو کہ ان کا قلب حق تعالےٰ نے روشن فرمایا ہے اور میں نے ان کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے کہ ان کے والدین ان کو نہایت عمدہ کھانا کھلاتے تھے اور یہ دو سو درھم کا لباس پہنے رہتے تھے۔ اور اللہ اور رسُول کی محبّت نے ان کو اس حال میں پہنچا دیا جس میں تُم اب ان کو دیکھتے ہو۔

مصعب بن عمیر قریشی ہیں اکابر صحابہؓ سے ہیں ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے حالتِ کُفر میں رئیس اور شاہزادۂ مکہ کہلاتے تھے جب مسلمان ہوتے سب چھوڑ کے ہجرت کی اور زہد اختیار کیا اور جنگِ اُحد میں شہید ہوتے اور اس وقت ان کی عمر چالیس سال کی تھی یا کچھ زیادہ۔ اس دن حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم شفقت اور رحم کے سبب روئے کہ ایسے معزز اور رئیس اور صاحب نعمتِ و دولت کو عشقِ اللہ تعالےٰ اور رسول

(بقیہ: گذشتہ صفحہ)

يَغْذُوأنه أُطيب الطعام والشَّراب لقد رأيت عليه حلّةً اشتريت بما ئتي دِرْهَمٍ فَدَعَاهُ حبّ الله وحبّ رَسُولِهِ إلى ما ترون۔

(صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے اس حال کو پہنچایا کہ آج اس کے لیے کفن بھی پورا نہیں ہے پس یہ رونا رنج سے نہ تھا بلکہ اس خوشی سے تھا کہ اُمّت کے اندر ایسے عاشقِ حق اور ایسے زاہد پیدا ہوتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پشت پر کھُرّی چارپائی کے باندھ کے نشانات دیکھے اور روتے کہ چین کسریٰ اور قیصر کا کیا ہے اور لاڈلے رسول پر کیا تکلیف ہے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دُنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقیر صابر فضل ہے غنی شاکر سے اور کافر فقیر کا عذاب خفیف تر ہوگا بہ نسبت کافر غنی کے دوزخ میں پس جب کہ نفع دیا فقر نے فقیر کو اس دارِ فانی میں تو کیونکر نفع نہ دے گا دار القرار میں (مظاہر حق) (مرقات: ۲۲۹-۲۳۰، ج ۹)

۷۹ا۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ اِلصَّابِرُ فِیْھِمْ عَلٰی دِیْنِہٖ کَالْقَابِضِ عَلَی الْجَمْرِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ اِسْنَادًا

(ترمذی: ابواب الفتن صہ ۵۲ ج ۲، مرقاۃ صہ ۲۲۸-۲۲۹ ج ۹)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا جس میں دین پر صبر کرنے والا شخص اس آدمی کے مانند ہو گا جس نے اپنی مٹھی میں انگارہ لے لیا ہو۔ (یعنی جس طرح انگارے کو ہاتھ میں رکھنا دشوار ہے اسی طرح دین پر قائم رہنا دشوار ہو گا۔)

تشریح: یعنی فسق اتنا عام ہو جائے گا کہ ہر طرف فُسّاق ہی کا غلبہ نظر آئے گا پس دینداروں کا دین پر قائم رہنا دشوار ہو گا بسببِ قلت مددگاروں کے۔ اور بہت صبر کی ضرورت ہو گی۔

۱۸۰۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اُمَرَآؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَآؤُكُمْ سُمَحَآءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَآؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَآؤُكُمْ بُخَلَآءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَآءِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ ظَهْرِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

(ابوابُ الفتن ص۵۲ ج۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے امراء تمہارے بہتر لوگ ہوں اور دولت مند تمہارے سخی ہوں اور تمہارے امور باہمی مشورہ سے طے پائیں اس وقت زمین کی پشت تمہارے لیے زمین کے پیٹ سے بہتر

ہو گی (یعنی زندگی موت سے بہتر ہو گی اس لیے کہ تم کتاب و سنت کے مطابق عمل کرو گے اور نیک اعمال کے ساتھ درازی عمر نعمت ہے) اور جبکہ تمہارے امراء تمہارے شریر و بدکار لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند تمہارے بخیل ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے ہاتھ میں ہوں اس وقت تمہارے لیے زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہو گا (یعنی تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہو گی)

تشریح: عورتوں سے مشورہ لینا مناسب نہیں ہوتا کیونکہ یہ ناقصاتِ عقل اور ناقصاتِ دین ہیں اور ان کے لیے وارد ہے شَاوِرُوْهُنَّ وَ خَالِفُوْهُنَّ عورتوں سے مشورہ تو کرو مگر اس کے خلاف کرو اور وہ مرد بھی عورتوں کے حکم میں ہیں کم عقل ہونے میں جو اُن کے مشابہ ہیں یعنی جن پر مال اور جاہ کی محبت غالب ہو اور جن کو انجام کی خبر نہیں اور نہ گناہوں کے وبال کی فکر۔ اس حدیث میں اشارہ ہے کہ اکثر جھگڑا اور فساد عورتوں کی تابعداری اور ان کے کہنے پر چلنے سے ہوتا ہے۔

۱۸۱۔ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاَكَلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَّمِنْ قِلَّةٍ نَّحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ

قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَآئِلِ النُّبُوَّةِ۔ (ابوداؤد كِتَابُ الْمَلَاحِمِ بَابُ تداعى الْأُمَمُ على الاسْلَامِ صہ ۲۳۲ ، بيهقى فى شعب الايمان صہ ۲۹۷ ج ۷، رقم ۱۰۳۷۲)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کفر وضلالت کے گروہ قریب ہیں کہ ان کے بعض آدمی بعض کو تم سے لڑنے اور تمہاری شان وشوکت کو مٹانے کے لیے بلائیں گے جس طرح کہ ایک کھانا کھانے والی جماعت جمع ہوتی ہے اور اس کے بعض بعض کو کھانے کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ سن کر صحابہؓ میں سے کسی نے پوچھا کیا وہ لوگ اس لیے ہم پر غلبہ حاصل کرلیں گے کہ ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس زمانہ میں بڑی تعداد میں ہوگے لیکن ایسے جیسے نالوں کے کنارے پانی کے جھاگ ہوتے ہیں یعنی تم میں قوت وشجاعت نہ ہوگی اس لیے نہایت ضعیف وکمزور ہوگے تمہارا رعب اور تمہاری ہیبت دشمنوں کے دل سے نکل جائے گی اور تمہارے دلوں میں ضعف وسستی پیدا ہوجائے گی۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! وھن (ضعف وسستی) کیا چیز ہے؟ (یعنی اس کے پیدا ہونے کا سبب کیا ہے؟) فرمایا دُنیا کی محبت اور موت سے بے زاری اور نفرت۔

تشریح: اس زمانہ میں اہل کفر سے اہل اسلام کا رعب جاتا رہا اور

اہلِ کفر جنگ میں غالب آ رہے ہیں۔ اس کا راز یہی ہے کہ اُمتِ مسلمہ کے دلوں میں دنیا کی محبت اور موت سے نفرت پیدا ہو گئی ہے اس وجہ سے جہاد کی اصلی روح نہیں پیدا ہوتی۔ اور اسلامی ملک صرف نام کا تو اسلامی ہے لیکن اکثریت اللہ تعالےٰ اور رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نافرمانی میں مبتلا ہے۔ بے پردگی بے حیائی سینما، نائٹ کلب، ٹیلی ویژن اور پوری زندگی سُنّتِ نبوی سے دور اور اہلِ مغرب کی عیّاشی کے خطوط پر محو گردشِ ہلاکت ہے اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے ہماری ہدایت کے لیے اسباب پیدا فرمائیں۔

آمین

فصلِ سوم

۱۸۲۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِیْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَی اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِیْ قَوْمٍ اِلَّا کَثُرَ فِیْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ اِلْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَکَمَ قَوْمٌ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِیْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَیْهِمُ الْعَدُوُّ رَوَاهُ مَالِکٌ۔

(مَاجَاءَ فِی الْغُلُوْلِ صد ۴۷۶۔)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس قوم میں مالِ غنیمت کے اندر خیانت کرنے کا عیب پیدا ہوجاتے اللہ تعالےٰ ان کے دلوں میں دشمنوں کا رعب اور خوف پیدا کر دیتا ہے اور جس قوم میں زنا کاری پھیلتی ہے اس میں اموات کی زیادتی ہوجاتی ہے اور جو قوم ناپنے تولنے میں کمی کرتی ہے (یعنی کم ناپتی اور کم تولتی ہے) اس کا رزق اٹھا لیا جاتا ہے۔ (یعنی رزقِ حلال یا رزق کی برکت اٹھالی جاتی ہے) اور جو قوم ناحق حکم کرتی ہے (یعنی اس کے اُمراء احکام نافذ کرنے میں عدل و انصاف کو ملحوظ نہیں رکھتے اور ناحق احکام جاری کرتے ہیں) اس میں خونریزی پھیل جاتی ہے اور جو قوم اپنے عہد کو توڑتی ہے اس پر دشمن کو مُسلّط کر دیا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی سزا آخرت کے علاوہ دُنیا میں بھی بصورتِ مصائب (یعنی بے اطمینانی اور عمر میں کمی۔ رزق میں تنگی اور آپس میں خونریزی اور ظالم دشمن کا تسلط وغیرہ) ہوتی ہے اب کوئی نادان یہ کہے کہ فلاں فلاں رات دن نافرمانی کر رہے ہیں اور ان کو دنیا خوب مل رہی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے دلوں کو ہرگز سکون نہیں۔ ان کی دُنیا کا ٹھاٹ باٹ صرف ظاہری جسم پر نظر آتا ہے ان کے قلب ہزاروں غم اور فکر میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ؎

از بروں چوں گورِ کافر پر حلل
واندروں قہرِ خدائے عزّ و جل

ترجمہ: کافر کی قبر باہر سے بہت پر رونق ہے مثلاً پھول کی چادر روشنی کے قمقمے۔ بینڈ باجے اور اندر اس کی روح پر اللہ تعالےٰ کا قہر ہو رہا ہے اور گناہ جس کو موافق آجاتے اور پکڑ نہ ہو اور گناہ کے ساتھ دُنیا خوب ملے تو یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ڈھیل ہے زہر کا ہضم ہونا خطرناک ہوتا ہے اور زہر کا قے ہونا مفید ہوتا ہے پس گناہوں کے ساتھ نعمت، نعمت نہیں عذاب ہے مصیبت ہے اور جو مصیبت غفلت دُور کر دے وہ رحمت ہے۔

بَابُ فِیْ ذِکْرِ الْاِنْذَارِ وَالتَّحْذِیْرِ

ڈرانے اور نصیحت کرانے کا بیان

فَصْلِ اوّل

۱۸۳/ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ فَصَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّفَا فَجَعَلَ یُنَادِیْ یَا بَنِیْ فِھْرٍ یَا بَنِیْ عَدِیٍّ لِبُطُوْنِ قُرَیْشٍ حَتّٰی اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَاَیْتُکُمْ لَوْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ خَیْلًا بِالْوَادِیْ تُرِیْدُ اَنْ تُغِیْرَ عَلَیْکُمْ اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَیْکَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ فَقَالَ اَبُوْ لَھَبٍ تَبًّا لَکَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ نَادٰی یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُکُمْ کَمَثَلِ رَجُلٍ رَّاَی الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ یَرْبَأُ اَھْلَہٗ فَخَشِیَ اَنْ یَّسْبِقُوْہُ فَجَعَلَ یَھْتِفُ یَا صَبَاحَاہُ۔ (بخاری: کتاب التفسیر تبت یدا ابی لہب ص۷۴۳، مسلم: باب بیان ان من مات علی الکفر فھو فی النار ولا تنالہ شفاعۃ ولا تنفعہ قرابۃ المقربین ص۱۱۴ ج۱)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ[1] یعنی اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ تو نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور پکارنا شروع کیا اے بنی فہر! اے بنی عدی یعنی قریش کے فرقوں اور جماعتوں کو بلانا شروع کیا جب سب جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ جنگل میں ایک لشکر آ کر اترا ہے اور تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچا مانو گے۔ قریش نے کہا ہاں! آپ ہمیشہ ہمارے تجربہ میں سچے ثابت ہوتے ہیں آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے ڈرانے پر مامور ہوا ہوں پس تم اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور مجھ پر ایمان لے آؤ ورنہ تمہارے سامنے سخت عذاب موجود ہے۔ یہ سُن کر ابولہب نے کہا تجھ پر سارے دن ہلاکت ہو۔ کیا اسی (غلط بات) کے لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ[2]۔ یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کر کے یہ فرمایا اے عبد مناف کی اولاد میرا اور تمہارا حال اس

---

[1] سورۃ الشعراء پارہ ۱۹، آیت ۲۱۴

[2] سورۃ لہب پارہ ۳۰، آیت ۱

شخص کی مانند ہے جس نے دشمن کے لشکر کو دیکھا پس وہ اپنی قوم کو دشمن کے قتل و غارت سے بچانے کے لیے ایک پہاڑ پر چڑھا تاکہ قوم کو آواز دے کر آگاہ کرے لیکن پھر اس خوف سے کہ کہیں دشمن اس سے پہلے نہ پہنچ جائے اس نے پہاڑی پر سے یہ چلانا شروع کیا یا صباحاہ یعنی دشمن کی غارت گری سے بچو

۱۸۴۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرَیْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ یَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا غَیْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّفِی الْمُتَّفَقِ عَلَیْهِ قَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْٓا اَنْفُسَكُمْ لَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّیَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا یَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَآ اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّیَا صَفِیَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَآ اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّیَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَآ اُغْنِیْ عَنْكِ

مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ۔ (بخاری: کتاب التفسیر سورۃ الشعراء صد ۲۰۷ ج ۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ڈرایئے اپنے کنبہ کے لوگوں کو جو بہت قریب کے ہیں) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب میں تعمیم کی اور تخصیص بھی (یعنی ان کے جدِ بعید کا نام لے کر بھی مخاطب کیا تاکہ سب کو عام و شامل ہو جائے اور ان کے جدِ قریب کا نام لے کر بھی مخاطب کیا تاکہ بعض کے ساتھ مخصوص ہو جائے) چنانچہ آپ نے فرمایا اے کعب بن لوی کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبدِ شمس کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبدِ مناف کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے ہاشم کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبدالمطلب کی اولاد! اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ اپنی جان کو آگ سے بچا۔ اس لیے کہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں (یعنی میں کسی کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا) البتہ مجھ پر تمہارا قرابت کا حق ہے جس کو میں قرابت کی تری سے تر کرتا ہوں۔

اور بخاری و مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا اے قریش کی جماعت! اپنی جانوں کو خرید لو (یعنی ایمان لاکر اور اطاعت و فرماں برداری کر کے دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچالو) میں تم سے اللہ تعالےٰ کے عذاب میں سے کچھ بھی دور نہیں کر سکتا اور اے عبد مناف کی اولاد! میں تم سے اللہ تعالےٰ کے عذاب کو دفع نہیں کر سکتا۔ اے عباس ابن عبد المطلب! میں تم کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اور اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ! میں تم کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اور اے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے جو کچھ تو چاہے مانگ لے لیکن میں تجھ کو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

تشریح: اس حدیث سے اُمت کو یہ سبق ملتا ہے کہ جب سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو محنت کی طرف متوجہ کیا گیا تو آج کس احمق و نادان کا منہ ہے کہ پیروں یا اولیاء کی سفارش پر یا خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے بھروسے پر یا حق تعالےٰ شانہٗ کی رحمت کے بھروسے پر گناہوں اور سرکشی پر جری اور گستاخ ہو اور نیک اعمال سے بے پروا ہو۔ خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جو حق تعالےٰ شانہٗ کے لاڈلے اور محبوب رسول ہیں اور ایسے محبوب ہیں جو

آپ کے نقش قدم کی اتباع کرے وہ بھی اللہ تعالےٰ کا محبوب ہو جاوے کس قدر عبادت فرماتے تھے کہ طول قیام سے پاؤں مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ تعجب ہے کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی شانِ رحمت پر بھروسہ کا پُر فریب دعویٰ کر کے نیک اعمال سے کاہل اور گناہوں میں چست و چالاک بنے ہیں یہی لوگ حق تعالےٰ کی دوسری صفتِ رزّاقیّت پر بھروسہ کر کے گھر میں نہیں بیٹھتے بلکہ روزی کے لیے مارے مارے سرگرداں و پریشاں در بدر چکّر کاٹتے ہیں اور کس کس خاکِ آستاں کو بوسہ دیتے ہیں اور آخرت کے معاملہ میں اپنی غفلت اور کاہلی پر پردہ ڈالنے کے لیے توکّل کا سہارا لیتے ہیں یہ کیسا توکّل ہے کہ ایک صفت پر توکل ہو اور دوسری صفت پر توکل نہ ہو تو یہ توکّل تو اپنے مطلب کا توکل ہُوا۔

مصطفےٰ فرمودہ باوازِ بلند

بر توکّل زانوئے اشتر بہ بند

حضرت مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ کو رسّی سے باندھ دو پھر توکّل اللہ تعالےٰ پر کرو رسّی پر توکّل نہ کرو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تدبیر کو چھوڑنا توکل نہیں بلکہ تدبیر کر کے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرنا اور تدبیر پر بھروسہ نہ کرنے کا نام اصل توکّل اور صحیح توکّل ہے۔ پس آخرت کے لیے بھی اعمالِ صالحہ اختیار کرے اور گناہوں سے بچنے کی تکالیف کو برداشت کرے اور پھر مغفرت کے لیے اپنے ان اعمال پر بھروسہ

نہ کرے بلکہ حق تعالےٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ[1] ط یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالےٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اس کلامِ ربّانی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے امید پیدا ہوتی ہے اور نافرمانی پر اصرار اور توبہ نہ کرنے سے اس امید اور نورِ ایمان میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔

۱۸۵۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْيَى الرَّاوِيْ يَعْنِي الْإِسْلَامَ كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ يَعْنِي الْخَمْرَ قِيْلَ فَكَيْفَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيْهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ۔

(ص۹۷ ج ۲ رقم (۲۱۰۰)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے سب سے پہلے اسلام میں جس چیز کو اُلٹایا جاوے گا جس طرح بھرے برتن کو الٹ دیا جاتا ہے وہ شراب ہوگی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ

---

[1] سورۃ البقرۃ پارہ ۲، آیت ۲۱۸

وسلم ! یہ کیونکر ہو گا؟ حالانکہ شراب کی حرمت اللہ تعالیٰ نے خوب واضح کر کے بیان فرمادی ہے۔ فرمایا اس طرح ہو گا کہ شراب کا دوسرا نام رکھ لیں گے اور اس طرح اس کو حلال قرار دیں گے۔

تشریح: جیسا کہ آج کل شراب کا نام جامِ صحت رکھا ہوا ہے اُمتِ مسلمہ کو حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے ہدایت فرمائیں۔ آمین !

الحمد للہ تعالیٰ کہ آج ۱۳؍ رمضان مبارک ۱۳۹۴ھ بروز دوشنبہ اس کتاب کا مسوّدہ تکمیل اور اختتام کو پہنچا۔ ناظرین حضرات سے احقر دُعا کی درخواست کرتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے اور اپنے نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں اس کتاب کو قبول اور نافع فرمائیں۔ اور احقر کے لیے اور مجلسِ اشاعۃ الحق کے معاونین کے لیے صدقۂ جاریہ فرمائیں۔ آمین !

راقم الحروف محمد اختر عفا اللہ عنہ

۱۳؍ رمضان ۱۳۹۴ھ

مجلس اشاعۃ الحق ۴-جی-۱/۱۲

ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸